اَلَا اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُون

تذکرۂ

اولیائے حیدرآباد

حصہ چہارم

باب ششم

۵۰ صوفیائے کرام

عہدِ آخر سلاطین آصفجاہی

۱۳۰۱ھ تا ۱۳۸۴ھ

۱۸۸۴ء ۱۹۶۴ء

از سید مراد علی طالع

ناشر: مینار بُک ڈپو چارکمان حیدرآباد ۲ - اے پی

قیمت ۳ تین روپے ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

فہرست تذکرۂ اولیائے حیدرآباد حصۂ چہارم

"تذکرۂ اولیائے حیدرآباد"

"ممتاز مشاہیر ملک کی نظر میں"

۱- پروفیسر عبدالمجید صدیقی صاحب سابق صدر شعبۂ تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی :-

دکن میں یہ روایت مشہور ہے کہ یہاں چودہ سو پالکیاں آئی ہیں یعنی چودہ سو صوفی یہاں آکر بس گئے۔ چنانچہ آج دکن کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں درویشوں کے مزارات اور خانقاہیں نظر نہیں آتیں خود شہر حیدرآباد میں کئی سو صوفی وارد ہوئے لیکن اب تک ان بزرگوں کے حالات اچھی طرح قلمبند نہیں ہوئے اور ان کے مزارات کا مرقع تیار نہیں ہو سکا ــــ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ ہمارے لائق دوست سید مراد علی طالع صاحب نے کئی سال کی جان توڑ محنت سے یہ مرقع تیار کر لیا ہے۔ موصوف نے اس کتاب کی تیاری میں جس قدر عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا ہے وہ اس کے اوراق سے ظاہر ہے۔ ضروری ماخذوں کے مطالعہ کے علاوہ جن میں ان بزرگوں کے حالات اور ان کے مزارات کا ذکر پایا جاتا ہے لائق مولف نے بذات خود ان مزارات کا معاینہ کیا درگاہوں کے متوسلوں اور عقیدتمندوں سے پوچھ گچھ کی قبروں اور انکے احاطوں کے طول و عرض کی پیمائش کی ہے اور جو بزرگ گمنام ہو گئے تھے انکی کھوج لگائی اور یہ تمام مواد اس مرقع میں جمع کر دیا ہے مجھے امید ہے کہ یہ تذکرہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائیگا (گلزار حیدرآباد ۲۸ جنوری ۱۹۷۵ء)

۲- ادیب بے بدل ممتاز افسانہ نگار جناب ایم اسلم صاحب۔ بارود خانہ لاہور پاکستان

کرم فرمائے بندہ جناب سید صاحب۔ السلام علیکم :- آپ کا گرانقدر تحفہ ملا۔ آپ نے مجھے صوفیائے کرام کے پاکیزہ حالات پڑھنے کا موقع دیا اس کے لیے میرا دلی شکریہ قبول فرمائیں اس زمانے میں جب ہم لوگ اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں بزرگان دین کے حالات قلمبند کر کے عوام الناس کو ان سے روشناس کرانا ایک دینی خدمت ہے۔ آپ لوگ قابل رشک ہیں کہ آپ کو برگزیدہ ہستیوں کا قرب حاصل ہوا۔ بزرگان دین کی زیارت سے بھی ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ والسلام

۳- مشہور مورخ و مایہ ناز ادیب سابق سفیر ہند برائے مصر جناب مالک رام صاحب۔ دہلی۔

حضرت المکرم جناب طالع صاحب۔ آداب نیاز۔

آپ کا مرسلہ تذکرہ وصول ہوا۔ دیکھنے سے آنکھوں کو مسرت اور پڑھنے سے دل کو لذت حاصل ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بزرگوں کی دعاؤں کا ثمرہ ارزانی فرمائے۔ والسلام والاکرام

۴- مورخ اسلام محدث ابن محدث مولانا محمد اسلم قاسمی ناظم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند۔

محترم سید مراد علی طالع اپنی ان مساعی جمیلہ کے لیے حیدرآباد کے محسن ہیں کہ انھوں نے "تذکرۂ اولیائے حیدرآباد" مرتب فرما کر ان نفوس قدسیہ کے مدفنوں کی نشاندہی کی جو اپنے عہد میں

ہدایت وارشاد کے سرچشمہ اور تبلیغ واشاعت اسلام کا روشن ستارہ تھے۔

اس تذکرہ کی ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف عطرستان محبت کی وہ مہک ہے جو دل و دماغ کی دنیا کے لیے سامان نشاط سے کم نہیں۔ حق تعالیٰ اس قلم کو حیات جاوداں سے سرفراز فرمائے جس نے اس طائفہ قدسیہ کے سوانحی خاکے مرتب کیے ہیں" یہی دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ امید ہے کہ یہ کتاب اہل دل کے لیے نشان منزل اور خضر راہ ثابت ہوگی۔ (رہنمائے دکن ۲ مئی ۱۹۷۳ء)

۵۔ پروفیسر سید محمد صاحب۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

یہ مولانا سید مراد علی صاحب طالع کی مبسوط تالیف ہے۔ لائق مؤلف کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ جن صوفیا و اولیا کا انھوں نے حال لکھا ہے ان کے بارے میں تمام تاریخی مواد کی چھان بین نہیں کی ہے بلکہ ہر بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر طول و عرض مقامی حالات اور موجودہ صورتحال تمام باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ صوفیائے کرام ایسی بلند و بالا شان شخصیتیں ہیں جنھوں نے ہمارے شہر میں نہ صرف اسلام کی اشاعت کی بلکہ ان کے پاکیزہ اخلاق نے بہت سے بندگان خدا کی زندگیوں کو سنوارا ہے۔ اس کتاب میں جن بزرگوں کا ذکر ہے وہ مشہور تو بہت ہیں اور ان کی بارگاہوں کا فیض بھی عام ہے۔ لیکن عام طور پر لوگ ان کے حالات سے بے خبر ہیں۔ لائق مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اردو ادب میں ایک بیش قیمت اضافہ کیا ہے بلکہ اہل حیدرآباد کو ان کے بزرگوں اور صوفیوں سے اس طرح واقف کرایا ہے کہ ان کی زندگی کے واقعات تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ پرانے تذکروں میں تاریخی صحت کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ صرف کرامات پر زور دیا جاتا تھا۔ اس کے برخلاف اس تذکرے میں تاریخی اعتبار سے صحت واقعات کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ (سیاست حیدرآباد ۱۳ ڈسمبر ۱۹۷۱ء)

۶۔ جناب خواجہ حمیدالدین صاحب شاہد ایم اے انجمن ترقی بورڈ کراچی (پاکستان) (سابق لکچرار عثمانیہ یونیورسٹی)

حضرت قبلہ۔ سلام مسنون۔

آپ کی قابل قدر تالیف "تذکرہ اولیائے حیدرآباد" پڑھ کر جی خوش ہوگیا۔ افسوس تو اس کا ہے کہ یہ کتاب ڈاکٹر زور مرحوم نے "ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ اکیڈیمی" کے لیے لکھوائی تھی اور چھپی کہیں اور سے۔ ادارۂ ادبیات اردو اور اکاڈمی کے حالات پر افسوس ہوتا ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ آپ نے اس لا مذہبیت کے دور میں مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت سے روشناس کرایا ہے۔ آپ نے اپنے دیباچہ میں بالکل سچ لکھا ہے کہ مشاہیر اسلام کے حالات اور واقعات دنیا میں ہمیشہ رہنمائی اور ہدایت کا باعث رہے ہیں لیکن

اب ان باخدا اور بے ریا ہستیوں سے زمانہ خالی ہوتا جا رہا ہے ایسے وقت میں صوفیائے کرام کے
حالاتِ زندگی کو مرتب کرنے کی سعادت آپ کو ملی ہے اس پر میری دلی مبارکباد قبول فرمایئے
فی زمانہ آپ کی ہستی بھی مغتنمات سے ہے۔ (روزنامہ سیاست مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۷۲ء)

۷- پروفیسر محمد اکبرالدین صاحب صدیقی جامعہ عثمانیہ :—

تذکرہ اولیائے دکن (مصنفہ عبدالجبار خاں ملکاپوری) میں اکثر بزرگوں کی تواریخ اعراس کا
اندراج تحقیق کے ساتھ نہیں ہوا ہے۔ فاضل مصنف نے کافی تحقیق اور چھان بین کر کے
درگاہ کے متولیوں کی خاندانی بیاضوں سے تاریخوں کی تصحیح کی ہے اور تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔
ہر مزار کا محل وقوع اس طرح واضح کیا ہے کہ ایک اجنبی آسانی سے وہاں تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔
ان میں اکثر بزرگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے تصوف کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ علم کی بھی توسیع و اشاعت
میں حصہ لیا اور گرانمایہ تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک اہم دستاویز کی
حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لئے بھی اہم رہے گی جن کے آباو اجداد کا اس میں
ذکر آگیا ہے۔ طالع صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ایک گرانقدر کارنامہ انجام دیا ہے۔

(ماہنامہ سب رس جنوری ۱۹۷۲ء)

۸- ہند و پاک کے جانے پہچانے معمر شاعر حضرت سید علی منظور حیدرآبادی۔

اس کتاب پر اکابرِ ہند کے تبصرے دیکھئے۔ مقتدر رسائل کا مطالعہ مجھ کو حیران کر رہا تھا کہ
مکرمی مولوی سید مراد علی طالع نے کتنا دلکش تحفہ پیش کیا ہوگا۔ جس کی ہر طرف اتنی دھوم
ہے۔ کتاب ملی تو میں نے بھی جھوم جھوم کر پڑھی۔ بار بار پڑھی۔ صفحۂ اول سے آخر تک اس کی دلکشی
میں فرق نہیں آیا۔ بعض ظاہر پرست ملا نے آدمی اس کو پڑھ کر مضطرب ہوں تو ہوں۔ مجھ کو اضطراب
سے کیا واسطہ۔

۹- جوانمرگ شاعر تحسین سروری۔ انجمن ترقی اردو کراچی (پاکستان)

حیدرآباد صرف شعر و ادب اور علوم و فنون ہی کا گہوارہ نہیں رہا بلکہ یہاں ہر رنگ کے باکمال
لوگ پیدا ہوئے۔ یہ شہر جہاں ظاہری خوبیوں اور رونقوں سے آراستہ رہا ہے وہاں صوفیوں
درویشوں اور بزرگانِ دین کی روحانی برکتوں سے بھی فیض یاب رہا۔ یہ ایک ایسا مقام ہے
جسے بے شمار بزرگ اپنی دینی اور مذہبی تعلیم کا مرکز بنائے رہے اور اپنے ارشادات کرامت
بنیاد اور ہدایات حقیقت نہاد سے مسلمانوں اور ہندوؤں کے قلوب کو مسخر کرتے رہے۔
ان کی خدمات بے لوث تھیں وہ عالی ہمت تھے وہ پاک ضمیر اور پاک طینت تھے۔ ان کا
کردار بلند تھا وہ شراب معرفت کے متوالے تھے وہ چشم حقیقت شناس رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

ان کے فقیرانہ درباروں میں دُنیاوی شان و شوکت کے نہ ہونے کے باوجود شاہوں کو بھی سر خم کئے دیکھا گیا ہے۔
خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو صوفیائے کرام کے کارناموں کو یاد رکھتے اور ان کی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ آپ نے واقعات کو جس خوبی اور سلیقے سے اس کتاب میں جمع کیا ہے وہ حد درجہ قابل ستائش ہے۔ میں نقاد ہوں نہ صاحب بصیرت ہوں لیکن جی چاہتا ہے کہ آپ کی کتاب کی خوب تعریف لکھوں افسوس تعریفی الفاظ سے ناآشنا ہوں۔ میری علمی استعداد کی کمی کا پول نہ کھل جائے اس ڈر سے ختم کرتا ہوں۔ آخر میں آپ کی محنت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۱۰ - مولانا سید عبد الکریم حسینی رفاعی بغدادی سجادہ نشین

محبی طالع صاحب - سلام و رحمت

مرحمتی نسخہ دیکھا۔ مساعی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مختصر حالات کو جمع کرکے بڑی حد تک آپ نے مشکل آسان کردی ہے۔ جس کی مثال فی زمانہ مشکل سے ملے گی۔ ترتیب و طرز تحریر خوب ہے جو نہ صرف مصنف کی ادبی قابلیت کا نمونہ ہے بلکہ کرامت کا شاہکار ہے۔ اندازِ بیان کے کیا کہنے ایسا خاص ہے کہ جس کی نسبت یہ کہنا کافی ہوگا کہ یہ لکھنے والے کا ہی حصہ ہو سکتا ہے وبس۔

۱۱ - جناب سید ولی اللہ بخاری صاحب - سب ایڈیٹر روزنامہ "ملاپ" حیدرآباد۔

مولانا سید شاہ مراد علی طالع اُن چند مستند اور معتبر تذکرہ نگاروں میں سے ہیں جن کی تاریخی تخلیقات منظرِ عام پر آکر قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں حضرت طالع ایک صوفی منش بزرگ ہیں جن کا مطالعہ وسیع معلومات کثیر اور دکنی تاریخ پر خاص عبور حاصل ہے "تذکرہ اولیائے حیدرآباد" موصوف کی وسعتِ معلومات، دیرینہ تجربہ اور سالہاسال کی تحقیق بلند کا ذریں شاہکار ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات اور خانقاہوں کے کتبے اور ان پر کندہ تحریروں کی نقل نیز ان مزارات کی پیمائش کرکے اس کے جغرافیائی محل وقوع کی صراحت جیسے مشکل کام کو اس قدر عرق ریزی کے ساتھ قلمبند کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ مولانا طالع نے اس دشوار اور اہم ترین کام کی تکمیل فرمائی جس کی روشنی میں اولیائے حیدرآباد کی مکمل شخصیت سامنے آجاتی ہے۔ یہ کتاب نہیں بلکہ اولیائے حیدرآباد کی اچھی خاصی انسائیکلوپیڈیا ہے جس کی افادیت کو فراموش نہ کیا جا سکے گا۔ اُمید ہے کہ کتاب قبولیت عامہ حاصل کریگی اور آئندہ اس قسم کی تصنیفات سے اہل ملک مستفید ہوں گے۔ (ملاپ ۲۲ فروری ۱۹۷۲ء)

۱۲ - [illegible] آنند صرا و مسیح رباعی پنڈت راگھویندر راؤ صاحب جذب عالمپوری

ہر نفس مقدس کی ہے اس میں تفصیل جو شاید نہ کرے کوئی بھی سکی تکمیل
طالع کے قلم نے ایسے سامان دیئے جو ہر روح کی تسکین کا باعث و بنے
اس شہر کے طالع ہیں بڑے محسن جو دی سب کو نفوس قدسیہ کی تندیل
اس رمز حقیقت کو کوئی کیا جانے کیسے کیسے تھے جذب اللہ والے

(روزنامہ ملاپ ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء)

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب تذکرہ اولیائے حیدرآباد حصۂ چہارم پیشِ خدمت ہے اس سلسلہ کے
۳ حصے آپ کے ملاحظہ میں آچکے ہیں جس میں تقریباً (۱۵۱) صوفیائے کرام کے تذکرے درج
ہیں اس آخری حصے میں (آخری) دور سلاطین آصفجاہی کے (۱۰۵) صوفیائے کرام
سن ۱۱۳۰ھ تا سنہ ۱۳۵۰ھ کے مستند تذکرے شریک ہیں۔

تذکرہ اولیائے حیدرآباد کے تینوں حصوں پر ملک کے نامور اہلِ نظر حضرات نے اپنی
گرانقدر رائے اور خوشنودی کا جس انداز میں اظہار فرمایا ہے صفحہ (و۔ ب۔ ج۔ د) کے
ملاحظہ سے ظاہر ہوگا فاضل مؤلف کی تحقیقی و تاریخی دستاویزی کاوش کو باوجود زمانہ کے
نشیب و فراز اور غیر معمولی گرانی کاغذ کے ہم نے اس کی اشاعت کو اپنا اولین فریضہ
قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم اور صوفیائے کرام کے تصرفات کہ ایک ضخیم کتاب ۶۴۰
صفحات پر مشتمل ۴ حصوں میں شائع کی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ فاضل مولف نے
صوفیائے کرام کے حالاتِ زندگی کو پیش کرتے ہوئے۔ اُن کی تاریخی اہمیت کو بھی
ملحوظ رکھا ہے جس سے آنے والی نسلوں کو اس کے استفادہ کا موقع ملیگا اور
اُن کے آثار کی صحیح نشاندہی ہوسکے گی جس کو قابل مؤلف نے اپنی غیر معمولی جد و جہد
اور انتھک کوشش سے جمع فرمایا ہے۔ اس خصوص میں ہم اپنے ادارہ کی طرف سے
مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ نیز ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کا
لحاظ کرتے اس کتاب کی کیا قیمت ہونی چاہیئے لیکن صوفیائے کرام کے حالاتِ زندگی
سے عوام الناس کو روشناس کرانے کا خیال کرتے ہوئے صرف تین روپیہ قیمت
مقرر کی گئی ہے جو ہر خاص و عام کی قوتِ خرید کے قابل ہے۔ ہم اپنے ادارہ سے اس سلسلہ کی
تکمیل پر مسرت محسوس کرتے ہوئے اُمید کرتے ہیں کہ قارئین کرام زیرِ نظر کتاب اولیائے حیدرآباد
حصۂ چہارم کے خریدنے میں عجلت فرمائیں گے جو اس دور کا نایاب سلسلہ ہے۔

ناشر

مورخ بے بدل حضرت طالع کی دوسری قابل قدر کتابیں

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت پیسے	قیمت روپے
١	تاریخ بچکنده	٥٠	-
٢	درسِ عبرت	٧٥	٠
٣	مال والوں کی تاریخ	٢٥	١
٤	نظام الملک آصفجاہ اوّل	٧٥	-
٥	نظام علی خاں آصفجاہ ثانی	٥٠	٠
٦	سکندر جاہ آصفجاہ ثالث	٥٠	٠
٧	ناصر الدولہ آصفجاہ رابع	٥٠	٠
٨	افضل الدولہ آصفجاہ خامس	٥٠	٠
٩	محبوب علی خاں آصفجاہ سادس	٥٠	-
١٠	حضرت مشکل آسان ثانی باتصویر	٢٥	١
١١	تذکرہ اولیاے حیدر آباد اوّل	٠	٣
١٢	تذکرہ اولیاے حیدر آباد دوم	٠	٣
١٣	تذکرہ اولیاے حیدر آباد سوم	٠	٣

ہم سے طلب فرمایئے۔

مینار بکڈپو چارکمان حیدر آباد ۲ ۵۰۰۰۰۲ اے پی (برانچ چارمینار)

بہبود علی شاہ بہبود ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ حیدرآباد — وفات ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء بلدہ حیدرآباد

سید بہبود علی شاہ ابوالعلائی پورا نام اور بہبود تخلص تھا۔ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ والد بزرگوار حضرت میر نفضل علی علیہ الرحمہ کی نگرانی اور سرپرستی میں علم و نفضل حاصل کیا۔ زیادہ وقت ذکر و فکر اور ریاضت و مجاہدہ میں گزرتا تھا۔ مرشد کامل کی تلاش میں عرصے تک حیران و سرگرداں رہے۔ آخر حضرت خواجہ فیاض الدین بندہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آ کر سلسلۂ ابوالعلائیہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور مرشد کامل کی توجہ خاص سے بہت تھوڑے عرصے میں منازل سلوک طئے کرنے کے بعد سلسلۂ قادریہ اور چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں حضرت بندہؒ سے ہی خرقۂ خلافت حاصل کر کے پیر و مرشد کی ایما پر عوام کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، بلند اور متوکل ہمدرد اور خوش اخلاق عربی اور فارسی کے جید عالم اور صاحب باطن صوفی تھے۔ پریشان عوام کی اکثر حاجت روائی فرمایا کرتے تھے۔ شعر و سخن سے کافی دلچسپی تھی۔ سینکڑوں لوگ حضرت کے مرید و معتقد اور شاگرد تھے۔ حضرتؒ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لئے زندگی میں ہی حضرتؒ نے اپنے بھتیجے میر روشن علی کو اپنا جانشین و خلیفہ بنا دیا تھا۔

۱۴ ماہ صفر سنہ ۱۳۰۲ھ کو بعہد رئیس دکن نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس کا انتقال ہوا اور اپنے سکونتی مکان واقع محلہ مستعد پورہ میں دفن ہوئے۔ کسی شاعر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات حسب ذیل مصرعہ میں نکالی ہے۔

ع قطب زمانہ قبلۂ دارین آہ رفت

۱۳۰۲ھ

حضرت علیہ الرحمہ کے چار خلفاء تھے:۔ نواب غیاث الدین علی خاں[۱] میر روشن علی[۲] مرزا واجد علی شاہ اور نواب محمد علی خاں۔ چنانچہ بعد وفات حضرت کے حقیقی بھتیجے اور خلیفہ حضرت میر روشن علی بحیثیت قائم مقام مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے دیکھو پیران طریقت صفحہ ۱۰۱

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار محلہ مسعود پورہ میں گولکنڈہ جانے والی سڑک کے بائیں کنارے ایک وسیع احاطے میں واقع ہے۔ اس کے مشرق میں مسجد ملک دانا اور درگاہ حضرت حسینی بادشاہ قادری مغرب میں ابوالعالی چمن شمال میں سڑک گولکنڈہ اور جنوب میں افتادہ زمین اور آبادی واقع ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کے مزار کا درمیانی تعویذ گچی کا پختہ اور اطراف کا حاشیہ سنگ بستہ ہے۔ مزار ۷ فٹ لمبا ۵ فٹ چوڑا اور ایک فٹ ۸ انچ اونچا ہے۔ مزار کے چاروں طرف ۷ انچ بلند سنگ مرمر کا کٹھرہ ہے وہ ۹ فٹ ۲ انچ لمبا اور ۶ فٹ ۵ انچ چوڑا ہے۔

حضرت کے مزار کے مغربی سمت کا مزار حضرت میر روشن علی علیہ رحمہ کا ہے جو حضرت کے بھتیجے تھے اور یہی بعد میں حضرت کے قائم مقام و جانشین ہوئے۔ مشرقی سمت کا مزار حضرت میر واجد علی شاہ سجادہ دوم کا ہے۔

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۱۴ ماہ صفر کو پابندی سے ہوتا اور مجلس سماع منعقد ہوتی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب کے وقت یعنی دوران ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۳ء مولانا سید شاہ خواجہ فرید الدین زیدی الحسینی عرف شاہ صاحب میاں

یہاں کے متولی اور سجادہ نشین ہیں اور درگاہ شریف میں ہی سکونت پذیر ہیں۔ ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکے ہیں لیکن آج تک آپ نے کوئی عقد نہیں فرمایا۔ درگاہ شریف میں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ البتہ صاحب تذکرہ حضرت بہبود رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے سنگ مرمر کی چھوٹی سی خوبصورت کشتی رکھی ہوئی ہے۔ درگاہِ شریف میں برقی روشنی کا انتظام ہے۔

سید پیر حسینی قادری الملتانی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۱۳۹ھ محمد پور عرف ارکاٹ وفات ۱۲۰۵ھ ۱۷۸۷ء بلدۂ حیدرآباد

(۵)

صحیح النسب اور ملتانی النسل سادات تھے۔ حضرتؒ کے والد بزرگوار کا نام سید عبدالرحیم حسینی قادریؒ تھا۔ محمد پور عرف شہر ارکاٹ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وان چڑھے۔ مشاہیر علمائے وقت سے جن میں علامہ جام عالمؒ کا نام قابلِ ذکر ہے۔ تفسیر اور حدیث، تصوف اور فقہ کا درس لیا۔ اپنے حقیقی ماموں جو خسر بھی ہوتے تھے حضرت سید شاہ احمد قادری نکتہ نما رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں منازل سلوک طے کرکے سلسلۂ قادریہ عالیہ میں ان ہی سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ باطنی اشارہ پر وطن سے ہجرت کرکے بزمانۂ رئیس دکن نواب ناصرالدولہ آصفجاہ چہارم ۱۲۵۹ھ میں تنہا بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور شہر کے باہر پرانا پل سے قریب موسیٰ ندی کے کنارے محلہ امام پورہ میں ایک کھلے مقام پر جھاڑ کے نیچے ٹھیر گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی کافی شہرت ہوگئی۔ امیر و غریب اور خاص و عام حضرت علیہ الرحمہ کے معتقد ہو گئے۔ خاص طور پر حیدرآباد کے ممتاز جاگیردار نواب پرورش علیخاں نے حضرتؒ کی مستقل رہائش کے انتظامات

کر دیئے۔ چنانچہ محلہ امام پورہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر کی گئی اور حضرتؒ کی ایماء
پر سرکار کا ایک ویران مکان مبلغ چھ سو روپیہ میں خرید کر نذر کیا۔

اس مکان کے تعلق سے عام طور پر یہ شہرت تھی کہ اس میں آسیبی اثرات تھے
اور کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اسی مکان کے
تعلق سے اصرار تھا اس لیئے نواب موصوف نے تعمیل حکم میں مجبوراً خرید کر نذر کیا۔
مگر اللہ کا نام لیکر جیسے ہی حضرت علیہ الرحمہ نے مکان میں قدم رکھا تمام اثرات
کافور ہوگئے۔ چند روز بعد مُریدوں اور معتقدوں کے اصرار پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے متعلقین کو ارکاٹ سے طلب کر کے ہمیشہ کے لیئے یہیں ٹھیر گئے۔ مکان مذکور آج
بھی حضرتؒ کی اولاد کے قبض و تصرف میں ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار، شب بیدار اور تہجد گزار،
کم خوراک اور کم گفتار، قناعت پسند اور متوکل، سادہ لباس اور خوش اخلاق،
صاحب تصنیف و تالیف اور جامع کمالات باطن صوفی تھے۔ ابطال مذاہب باطلہ
و اثبات مذہب حق پر فارسی زبان میں حضرت علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف
دلیل النجات ہے جو سنہ ۱۲۶۲ھ میں لکھی گئی ہے۔ یہ قلمی نسخہ حضرتؒ کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔
بلدہ حیدرآباد کے سینکڑوں عوام اور خواص کو اپنے فیض عرفان سے فائدہ پہنچا کر
یوم اربعین شہید کربلا یعنی ۲۰ ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۰۵ھ کو ۶۶ سال کی عمر میں بعہد
حکومت نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس جنت کو تشریف لے گئے اور محلہ
امام پورہ میں سکونتی مکان کے روبرو مسجد سے قریب دفن ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے
تین صاحبزادے تھے۔ سید عبدالرزاق قادری، سید عبدالرحیم قادری اور سید
عبدالرؤف قادری۔ چونکہ بڑے صاحبزادہ کا والد بزرگوار کی حیات میں انتقال ہوچکا
تھا۔ اس لئے منجھلے صاحبزادہ سید شاہ عبدالرحیم حسینی قادری حضرت کے قائم مقام ہوئے

چونکہ انکا بھی انتقال ہوچکا ہے۔ اسلئے فی الوقت حضرت کے حقیقی پوتے سید شاہ میر حسینی ثانی خلف سید شاہ عبدالرحیم حسینی قادری
مرحوم متولی اور سجادہ نشین ہیں

محل وقوع پرانا پل کے دروازہ سے سید ھا مغرب کو چلیں تو پل پار اترنے کے بعد ایک چوراہا ملیگا۔ اس چوراہے کے جنوبی راستہ پر ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر محلہ امام پورہ میں مسجد کے قریب کھلے قبرستان میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ قبرستان کے چاروں طرف لوہے کی جالی ہے۔ جس میں داخلہ کا دروازہ جنوب کی طرف ہے۔ اس قبرستان میں فی الوقت حسب صراحت ذیل تیوری کی سات صفیں اور جملہ (۳۴) مزار ہیں۔

شمال کی طرف سے پہلی صف میں (۸) اور دوسری صف میں (۵) تیسری صف میں (۳) چوتھی صف میں (۵) پانچویں صف میں (۴) چھٹی صف میں (۷) اور ساتویں صف میں دو مزار ہیں۔ چنانچہ پانچویں صف میں مغرب کی طرف سے تیسرا مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرتؒ کے مزار کے دائیں بازو چھوٹے صاحبزادہ اور بائیں پہلو میں حضرتؒ کے اہلیہ محترمہ کے مزار ہیں۔

مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار معمولی مٹی کا ہے جس پر گارے کے چھوٹے چھوٹے پتھر لگائے گئے ہیں۔ مزار ۶ فٹ ۵" انچ لمبا ۲ فٹ ۱' انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔ تاریخی کوئی کتبہ نصب نہیں ہے۔

عرس ہر سال ۲۰ ماہ صفر کو معمولی طور پر فاتحہ ہونے اور مزار پر غلاف اور چادر گل چڑھائی جاتی ہے۔

بدیع الدین رفاعی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۲۹ھ قندھار شریف — وفات ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء بلدہ حیدرآباد

(۱)

یہ بزرگ قندھار ضلع ناندیڑ کے مشہور صاحب علم صوفی اور حضرت سید علی سانگڑے سلطان

مشکل آسان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۶۲ھ) کی اولاد سے تھے۔ سلسلۂ نسب اسطرح ہے۔

سید شاہ بدیع الدین رفاعی قندھاری بن سید شاہ محمد بن سید شاہ جلال الدین رفاعی خاں بن سید شاہ نجم الدین رفاعی بن سید شاہ سالار ثانی بن سید شاہ احمد ثانی بن سید شاہ سالار بن سید شاہ میراجی بن سید معین الدین بن سید احمد منجھلے چلہ دار بن سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی سلسلہ میں اپنے ہم جد سید شاہ برہان اللہ حسینی سروری (متوفی ۱۲۷۰ھ) سجادہ درگاہ حضرت بانگڑے سلطانؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ، مرحوم استاد رئیس دکن نواب میر عثمان علی خاں آصفجاہ سابع ان ہی کے شاگرد تھے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ (۱۲۷۳ھ تا ۱۳۲۶ھ) تھے جو علامہ سید محی الدین قادری زورؔ کے حقیقی دادا ہوتے تھے۔

آخری زمانے میں شاہ صاحبؒ اپنے فرزند صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ کے یہاں حیدرآباد چلے آئے تھے اور اپنی عمر کے آخری پندرہ سال یہیں گزارے۔ اسّی سال کی عمر میں بعارضہ بخار و پیچش تاریخ ۸ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۱ء آپکا وصال ہوا اور محی الدین صاحب کے تکیہ میں واقع محلہ چمپا دروازہ جہاں اب سٹی کالج کی عمارت ہے دفن ہوئے۔ چونکہ طغیانی رود موسیٰ کے باعث حضرتؒ کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے درگاہ حضرت مشکل آسان ثانیؒ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ایک کتبہ قطعہ تاریخ بطور یادگار سنگ مزار نصب کیا گیا ہے۔

(دیکھو مشاہیر قندھار دکن ص۳۹، مشکل آسان ثانی ص۳۳ و ۹۴)

کتبہ یہ کتبہ حضرت مشکل آسان ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے گنبد کے اندر مزار شریف کے سرہانے کی دیوار میں درمیانی کمان کے بائیں جانب نصب ہے۔ کتبہ

نہایت ہی خوش وضع طریقے پر مستطیل و مصفا سنگ سیلو میں کندہ ہے اور نہایت
خوش خط اور شاندار ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ؕ

اسی گنبد شریف یا اس کے قرب و جوار میں حضرت سید شاہ غلام محمد
ابوالبرکات قدس سرہ کے حقیقی دادا حضرت مولانا شاہ سید بدیع الدین
رفاعی القندہاری دفن ہیں جو حضرت فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ قادری
الچشتی القندہاری کے استاد تھے اور جن کا وصال اپنے فرزند حضرت صاحبِ
عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید کے مکان میں (واقع محلہ چمپا دروازہ
جہاں اب سٹی کالج کی عمارت ہے) ۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۰۹ھ کو ہوا تھا اور جسکا
مادہ تاریخ محمد قطب الدین مرحوم خطیب قندہار نے "داغ شد" ۱۳۰۹ھ نکالا تھا۔
جس کو حضرت ابوالبرکات زعم قدس سرہٗ نے ایک قطعہ میں منظوم کر کے
اپنے سوانح حیات میں درج فرمایا۔ چونکہ طغیانی رود موسیٰ کے باعث
حضرت کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا اس لیے یہ قطعہ تاریخ بطورِ
یادگار سنگ مزار یہاں نصب کیا گیا۔

حضرت بدیع دیں کہ جد حقیقی ام ⁂ زیں رہگذر چو بود ہی فردوس باغ شد
از بہر فاتحہ بہ مزارش چو رفتہ ایم ⁂ آواز ایں ز غیب برآمد کہ داغ شد
۱۳۰۹ھ

سردار بیگ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۔۔۔ بلدۂ حیدر آباد

وفات ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء بلدۂ حیدر آباد

(۳)

حضرت کا اصلی نام میر غلام حسین بن احمد اور سردار بیگ عرف تھا۔ حضرت کے والد بزرگوار کا نام واحد بیگ اور بقول بعض گلزار علی بیگ تھا۔ اصلی نام معلوم نہ ہو سکا۔ حضرتؒ کے اجداد کا وطن شہر بلخ تھا اور امرائے بلخ میں خاص مقام رکھتے تھے انقلاب ایام کے باعث وطن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان چلے آئے اور بلدۂ حیدر آباد دکن میں آ کر بس گئے۔ شاہسوار بیگ حضرتؒ کے حقیقی بھائی اور سردار یار جنگ بھتیجے ہوتے تھے

غرض کہ حضرت سردار بیگؒ کی پیدائش بلدۂ حیدر آباد میں ہوئی اور وہ شہر حیدر آباد کے معزز اور خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ عالم شباب ہی سے عشق الٰہی اور فقیری کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ عرصے تک پیر کامل کی تلاش میں رہے کتابوں کی جلد بندی کر کے روزی حاصل کرتے اور ضرورت کے موافق خرچ کر کے باقی غریبوں اور یتیموں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایرانی گلی کے قریب ایک مسجد میں سکونت تھی۔ زیادہ وقت ریاضت و مجاہدہ اور تلاوت قرآن میں گزرتا تھا۔ ان ہی دنوں میں حافظ خواجہ محمد علی خیرآبادی عرف حاجی محرم علی خلیفۂ حضرت شاہ سلیمان تونسوی بلدۂ حیدر آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ شہر حیدر آباد کے اکثر امیر و غریب جوق در جوق حضرتؒ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو رہے تھے لہٰذا یہ بزرگ بھی ان کے مرید ہو گئے۔ چند ہی روز میں پیر و مرشد نے انھیں سلسلۂ قادریہ و چشتیہ میں خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما لیا اور وظائف و اوراد خاص بھی عطا کر دیئے۔ جب تک پیر و مرشد شہر حیدر آباد میں رہے۔ حضرتؒ نے ان کی خدمت کی اور درجہ کمال حاصل کیا۔

مرشد کے چلے جانے کے بعد مسند خلافت پر فائز ہو کر سلسلۂ رشد و ہدایت جاری فرمایا۔ چنانچہ شہر اور بیرون شہر کے لوگ روزانہ کثیر تعداد میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سلسلۂ بیعت میں داخل ہوتے تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ صوم و صلوٰۃ اور احکام شریعت کے بہت پابند تھے سال کے اکثر ایام میں روزہ رکھتے تھے۔ بہت کم سخن اور کم گو تھے لیکن کسی مرید یا معتقد سے شریعت کے خلاف کوئی عمل صادر ہوتا تو فوراً اس کو خبردار کر دیتے اور اصلاح عمل کی بزور تاکید فرماتے تھے۔ ہر شخص کیساتھ ہمدردانہ برتاؤ رہتا تھا۔ مثنوی شریف کا مطالعہ زیادہ رہتا اور قوالی کی مجلس سے بہت خوش ہوتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات تھے جو بھی حاجت مند اپنی غرض لیکر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اظہار مطلب سے پہلے جواب سے سرفراز ہوتا تھا۔

بزمانۂ رئیس دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ ششم ۱۲ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) کو رات کے تقریباً ۱۱ بجے انتقال ہوا۔ اور ۱۳ جمادی الاول کو بھوئی گوڑہ میں دفن ہوئے۔ حضرتؒ کے مزار پر موجودہ خوشنما اور عالیشان گنبد حضرت کے مرید عبداللہ شریف کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کو صرف ایک صاحبزادی کریم النساء بیگم تھیں جو میر داؤد علی صاحب سے بیاہی گئی تھیں جن کے بطن سے میر باسط علی صاحب تولد ہوئے اور وہی آگے چل کر حضرت علیہ الرحمہ کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔

(دیکھو اولیائے دکن جلد اول ص۵۸ تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم ص۲۴۲)

درگاہ اور اسکا محل وقوع

حضرتؒ کا مزار محلہ بھوئی گوڑہ میں چوراہا منگل ہاٹ سے بازار گھاٹ جانے والی سڑک کے بائیں جانب ایک عالیشان گنبد کے اندر واقع ہے۔ گنبد کی ہر سمت سیڑ

تین کمانیں اور ہر کمان میں ایک دروازہ اس طرح سے جملہ ۱۲ کمانیں اور ۱۲ دروازے ہیں۔ جنوبی سمت کا درمیانی دروازہ زائرین کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ گنبد کا اندرونی میدان (۲۰) فٹ ۹ انچ مربع ہے۔ فرش گچی کا ہے گنبد کے چاروں طرف بطور حاشیہ (۱۲) فٹ ۹ انچ کا ورانڈہ ہے۔ جس کی ہر سمت میں پانچ کمانیں جملہ (۲۰) کمانیں ہیں۔ ورانڈے کا فرش سرخ گچی کا ہے۔

گنبد کے اندر حضرت علیہ الرحمہ کا مزار تنہا ہے وہ گچی کا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ مزار (۱۰) فٹ ۳ انچ لمبا ۶ فٹ ۸ انچ چوڑا اور ۲ فٹ ۹ انچ اونچا ہے۔

کتبہ یہاں کوئی خاص کتبہ نہیں ہے۔ البتہ گنبد کے اندر چاروں طرف درمیانی دروازوں کے اوپر چونہ اور سمنٹ سے نیلے رنگ میں یہ تحریریں موجود ہیں۔

جانبِ شمال :— ۱ لا الٰہ الا اللہ ۲ محمد رسول اللہ

جانبِ مغرب :— ۳ اللہ محمد علی ۴ فاطمہ حسن حسین

جانبِ مشرق :— ۵ ابی بکر عمر ۶ عثمان حیدر

جانبِ جنوب :— ۷ عبداللہ خرفی ۸ ۱۵ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۴۱

خانقاہ اور رہائشی مکانات گنبد کی جنوبی سمت میں کچھ فاصلے پر وسیع خانقاہ تعمیر کی گئی ہے اور اسی سے متصل رہائشی مکانات بھی ہیں۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت میر فرخندہ علی عرف اچھے میاں صاحب خلف میر محبوب علی مرحوم کی سکونت درگاہ شریف کے مکان میں ہی ہے

قبرستان اور نقار خانہ درگاہ شریف کے احاطے میں ایک وسیع قبرستان بن گیا ہے۔ جس میں اکثر حضرتؒ کے مُرید اور خلفاء، معتقدین اور افراد خاندان دفن ہیں۔ نقار خانے کی پختہ اور بڑی کمان لبِ سڑک واقع ہے۔ عرس شریف کے موقع پر نوبت بجتی ہے۔ یہاں سے خانقاہ اور درگاہ شریف تک خاصہ چوڑا راستہ بنایا گیا ہے جس پر موٹر گاڑی کی باسانی آمد و رفت ہو سکتی ہے۔

عرس ۱۱ تا ۱۳ ماہ جمادی الاوّل کو حضرتؒ کا سالانہ عرس پابندی سے ادا ہوتا ہے۔ مسلسل تین روز تک درگاہ شریف میں کافی چہل پہل اور گہما گہمی رہتی ہے۔ مختصر میلہ لگتا ہے۔

شاہ جی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۳۹ھ کرنول

وفات ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء بلدہ حیدر آباد

سید سلطان محمود اللہ حسینی نام اور شاہ جی عرف تھا۔ صحیح النسب سادات حسینی اور پیدائشی ولی تھے۔ ربیع الاول ۱۲۳۹ھ کو کرنول میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں نشو و نما پائی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار حضرت سید جعفر حسینیؒ کی نگرانی میں گھر پر حاصل کرنے کے بعد ویلور پہنچکر مشاہیر علمائے وقت سے علوم ظاہری

کی تکمیل کی۔ چونکہ بہت ذہین تھے حافظہ غیر معمولی پایا تھا اس لیے تھوڑے عرصے میں علوم معقول و منقول میں کامل ہو گئے۔ عین عالم شباب میں طلب حق کے باطنی جذبہ نے اپنا اثر دکھایا تو مرشد کامل کی تلاش میں وطن سے باہر نکلے اور رائچور پہنچکر حضرت سید برہان الدین حقانی حق نما متوفی سنہ ۱۲۹۰ھ کے ہاتھ پر سلسلہ قادریہ و چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل کی اس کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت شیخ محمد سعید حسین آبادی کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔

مرشد کامل کے ارشاد پر بزمانہ رئیس دکن نواب افضل الدولہ آصفجاہ خامس (۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ) اشاعت دین حق کے لیے بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور سکندرآباد میں ٹھیرے اس کے بعد شہر حیدرآباد کے محلہ بیگم بازار میں آکر مقیم ہوگئے۔ حیدرآباد اور سکندرآباد کے ہزاروں عوام حضرتؒ کے معتقد اور سینکڑوں مرید تھے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت متشرع اور پرہیزگار، شب بیدار اور تہجد گزار، قناعت پسند اور متوکل، فیاض اور رحمدل، خلیق اور شیریں زبان، سادہ مزاج اور سادہ لباس، درویش واصل اور عارف کامل تھے۔ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور ہمدردی سے گفتگو فرماتے تھے۔ اگرچہ کہ چاروں سلسلوں میں حضرت کو بیعت و خلافت حاصل تھی اور چاروں سلسلوں میں مرید بھی کرتے تھے لیکن طبیعت کا میلان سلسلۂ عالیہ قادریہ اور نقشبندیہ کی طرف زیادہ تھا۔ کبھی کبھی حضرتؒ پر جذب اور مستی کی کیفیت بھی طاری رہتی تھی ایسے وقت میں ھو حق، ھو حق کا نعرہ لگاتے اور زمین پر لوٹتے تھے۔

۱۲ ماہ ذی الحجہ الحرام سنہ ۱۳۰۱ھ کو دوشنبہ کے دن (۷۰) سال کی عمر میں بعہد

نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس اللہ کو پیارے ہوئے اور حسب وصیت دواخانہ عثمانیہ کے متصل عام قبرستان میں دفن ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے سید عبدالغفور حسینی اور سید عبدالصمد حسینی تھے۔ ان کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی تھیں۔

حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ خلفاء تھے جن میں قابل ذکر حضرت کمال اللہ شاہ مچھلی والے تھے جو باتفاق جمہور حضرت علیہ الرحمہ کے جانشین قرار دیئے گئے۔ حضرت کے دوسرے قابل ذکر خلیفہ راقم الحروف کے شفیق اُستاد مولانا سید مصطفیٰ قادری مدرس دارالعلوم بلدہ حیدرآباد تھے۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پولیس اسٹیشن نیا افضل گنج کے پیچھے دواخانہ عثمانیہ کے مشرقی حدود سے متصل عام قبرستان میں جو تکیہ منا میاں کے نام سے موسوم ہے، واقع ہے۔ مزار قبرستان کے بالکل انتہائی مغربی سمت میں ہے ؏

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ایک پختہ سنگ بستہ چبوترے پر تنہا واقع ہے۔ یہ چبوترہ ۲۱ فٹ ۵" انچ لمبا ۹ فٹ ۳" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۶" انچ بلند ہے۔ مزار سنگ سیلو کا ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ وہ ۷ فٹ ۱" انچ لمبا ۵ فٹ ۳" انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔

کتبہ خط نسخ و نستعلیق میں سنگ سیلو کا حسب ذیل کتبہ کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

؏ راقم الحروف حقیر فقیر نے ۲ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ کو محبی احمد خاں صاحب درویش مرید حضرت غوثی شاہ علیہ الرحمہ کی ہمراہی اور نشاندہی میں اس مزار کی زیارت اور پیمائش کی ہے۔

عَسیٰ اَن یَّبعثکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحمُوداً ۵

۱۳۱۱ھ

خلوت گاہ

۱۰۶۲

سید سلطان محمود اللہ شاہ حسینی

(۸۳۲)

۱۰۶۲ + ۸۳۲ = ۱۸۹۴ء

اسم گرامی:۔ جامع السلاسل حضرت سید سلطان محمود حسینی المعروف بہ شاہ جی

والد ماجد:۔ حضرت سید جعفر حسینی قادری وصال بموقع واپسی حج بمقام بمبئی اور وہیں دفن ہوئے۔

ولادت:۔ ربیع الاول ۱۲۳۹ھ کرنول بہ محلہ مسجد کالے کریم

وفات:۔ ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ روز دوشنبہ محلہ بیگم بازار حیدرآباد دکن "ھو حق ھو حق" یہ نعرہ بحالت وجد وکیفیت اکثر آپ کے زباں زد رہا۔

شیخ طریقت:۔ حضرت سید برہان الدین حقانی حق نما وفات ۱۲۹۰ھ مزار مبارک کالا چبوترہ

خلفاء:۔ تعداد ۱۲ تھی۔ جن کے منجملہ حضرت کمال اللہ شاہ المعروف بہ مچھلی والے شاہ سجادہ نشین از وفات ۱۳۵۱ھ مزار مبارک بمقام سرائے الہٰی الہٰی چمن کاچی گوڑہ سے فیضان سلسلہ عام ہوا۔

پوتر خلفاء:۔ (یعنی خلیفہ حضرت مچھلی والے شاہ) سات تھے حضرت شاہ امام اللہ حضرت شاہ عبید اللہ حضرت شاہ سید حسین حضرت شاہ محمد حسین حضرت شاہ احمد حسین بالیمین حضرت مولانا شاہ برکات احمد ٹونک حضرت پیر غوثی شاہ جانشین وفات ۱۳۷۳ھ مزار مبارک بہ مسجد حضرت کریم اللہ شاہ واقع بیگم بازار حیدرآباد

تاریخ نصب لوح

یکشنبہ ۱۵ رجب ۱۳۸۱ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۶۱ء
بموقع عرس (۷۰ واں)

صوفی شاہ
خلف و جانشین حضرت پیر غوثی شاہ

عرس مقررہ تاریخ وفات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔ مولانا محوی شاہ خلف حضرت غوثی شاہ بحیثیت جانشین مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔ قبرستان اگرچہ کہ محصور اور محفوظ ہے لیکن چند غریب لوگ اس کے مشرقی حصے میں جھونپڑیاں ڈالکر رہتے بستے ہیں۔ قبرستان خودرو پودوں سے پٹا پڑا ہے۔ حتیٰ کہ بعض قبور چھپ گئے ہیں صفائی کی عام حالت تکیہ دار اور مسلم وقف بورڈ کے لیے توجہ طلب ہے۔

خواجہ میاں خلق رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۶۳ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء بلدہ حیدرآباد

(۵)

سید محمد صدیق نام خواجہ میاں عرف اور خلق تخلص تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دادا میر حیدر علیؒ بعہد نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ھ) برہان پور سے وارد بلدہ حیدرآباد ہوئے اور اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ ہمت و شجاعت اور فنون سپاہگری میں کامل ہونے کی وجہ سے خطاب خانی اور منصب سلحداری، میانہ و پالکی اور دربار شاہی سے سرفراز تھے۔

حضرت خلق رحمۃ اللہ علیہ ۹ ماہ شعبان المعظم ۱۲۶۳ھ کو بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے "چراغ ہند" مادۂ سال ولادت ہے (۱۲۶۳)۔ قرآن شریف اور فارسی ادب کی تعلیم مولانا شاہ علی اور حافظ میر شمس الدین محمد فیضؒ سے پائی تو حدیث و تفسیر اور منطق و فلسفہ کی تکمیل علامہ نیاز محمد بدخشانیؒ اور مولانا محمد زماں خاں شہیدؒ سے کی۔ فن تجوید میں اپنے نانا حافظ میر شجاع الدینؒ کے اور خطاطی میں مولوی محمد حسین ہفت قلم کے شاگرد تھے۔ چاروں سلسلوں چشتیہ اور قادریہ سہروردیہ اور

نقشبندیہ میں والد بزرگوار حضرت میر پرورش علی سے شرف بیعت اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا لیکن میلان طبع سلسلۂ قادریہ عالیہ کی طرف زیادہ تھا اور اسی سلسلہ میں اکثر مرید کیا کرتے تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت متقی اور پرہیزگار پابند شریعت اور صاحب باطن صوفی تھے۔ طبیعت میں شرم وحیا زیادہ تھی۔ عرصے تک اپنے باپ دادا کے مسلک حنفی پر قائم تھے لیکن بعد میں تبدیل مسلک کر کے حنبلی مشرب اختیار کر لیا تھا۔ دو مرتبہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ سینکڑوں لوگ حضرت کے مرید اور معتقد تھے۔ اسٹیٹ نواب سر خورشید جاہ سے (۲۵) روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر تھا۔ اپنے مریدوں کو تاکیداً نصیحت فرماتے تھے کہ :-

۱- اپنے کام میں ہر وقت اللہ سے مدد چاہو۔

۲- ہمیشہ اپنی قوت بازو سے کھانے کی کوشش کرو اور کسی پر اپنا بوجھ نہ ڈالو۔

۳- مسلمانوں کو اچھی تدبیر سکھانا واجب ہے۔

۴- ہر کام کرنے سے پہلے غور کر لو کہ یہ اچھا ہے یا برا اگر اچھا معلوم ہو تو ضرور کرو۔ خواہ دنیا کچھ ہی کہے۔

۵- تکبر سب سے بڑا گناہ ہے۔

۶- جس فقیر میں انکساری نہیں وہ فقیر نہیں۔

۷- مرشد وہ ہے جو اپنے مریدوں کو اس طرح دیکھے جیسے اپنے سینہ کے بالوں کو دیکھتا ہے۔

۸- جو لقمہ پیٹ میں جاتا ہے وہ اپنا اثر دکھاتا ہے۔ حلال روزی باعث خیر و برکت ہے اور لقمہ حرام باعث ظلمت اور موجب فساد ہے۔

۹- جو شخص جھک کر سلام کرے پاؤں کو ہاتھ لگائے اور تعظیم کو اٹھے وہ میرا مخالف ہے جو اسکو جائز کہتے ہیں ایسے مرشد اور ان کے مرید دونوں احمق ہیں۔

۱۰- جھوٹ اور غیبت، حسد اور بیکار گفتگو دل کے نور کو کھوتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس سے احتیاط کرو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سر بڑا۔ قد میانہ، جسم متوسط اور رنگ سنہرا، کتابی چہرہ اور آنکھیں بڑی، ابرو پیوستہ اور پیشانی کشادہ، ستواں ناک اور سر میں زلفیں تھیں۔ لباس بالکل سیدھا سادھا اور معمولی ہوا کرتا تھا۔ جسم پر چو بغلہ اور سر پر کپڑے کی ٹوپی، کندھے پر رومال اور ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی۔ پاؤں میں آپ شاہی جوتا پہنتے تھے۔ حقہ پینے کے عادی تھے۔ غذا میں کھٹا کھچڑی اور میٹھی چیزوں میں ریوڑی بہت پسند تھی۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت اچھے ادیب اور شاعر تھے چنانچہ اردو زبان میں "زادِ آخرت" حضرت کی مشہور تصنیف ہے۔ شعر وسخن سے کافی دلچسپی تھی۔ فن عروض میں اُستادکل حافظ میر شمس الدین محمد فیض کے فیض یافتہ تھے۔ خلق تخلص زمانے تھے۔ اسم بامسمیٰ خلق مجسم تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ۱۲۸۴ھ میں سید شاہ شیخن احمد شطاری اوّل کی صاحبزادی "قمر النساء صفیہ" سے ہوا تھا۔ جن کے بطن سے تین صاحبزادے۔ سید عثمان حسینی، سید شاہ محمد یحییٰ حسینی، حکیم سید شاہ محمد باقر حسینی اور ایک صاحبزادی تولد ہوئی تھیں۔

پچاس برس کی عمر میں ۱۸ / ۱۹ / ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کی درمیانی رات کو سحر کے وقت اللہ کو پیارے ہوئے اور دوسرے دن ۱۹ / ذیقعدہ روز یکشنبہ کو مکہ مسجد میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور محلہ قاضی پورہ میں مسجد النور کے جنوب رخ پر اپنے والد بزرگوار کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے۔ "چراغ مدینہ" ۱۳۱۳ھ مادہ سال وفات ہے۔ بعد وفات حضرت کے بڑے صاحبزادہ سید عثمان حسینی قائم مقام ہوئے۔

(دیکھو حیات طیبہ صفحہ ۵۹، گلدستۂ تجلیات صفحہ)

محلِ وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسجد النورؒ قاضی پورہ کے صحن میں چبوترہ پر چوکھنڈی کے اندر ہے۔ بغیر چھت کی یہ چوکھنڈی شرقاً غرباً ۱۴ فٹ ۹ انچ اور شمالاً جنوباً ۷ فٹ ہے اور فرش سنگ سیلو کا ہے چوکھنڈی میں فی الوقت تین قبور ہیں۔ مغرب کی طرف سے پہلی قبر حضرت علیہ الرحمہ کی ہے۔ اس کے بعد کی دوسری درمیانی قبر حضرتؒ کے والد بزرگوار کی ہے اور سب سے آخری مشرقی قبر حضرتؒ کے والدۂ محترمہ کی ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ۷ فٹ ۱ انچ لمبا ۴ فٹ ۳ انچ چوڑا اور صرف ۱۰ انچ اونچا ہے۔ مزار کے اطراف کی بندش سنگ مرمر کی ہے اور درمیانی تعویذ مٹی کا ہے

خانقاہ اور رہائشی مکان چوکھنڈی کے مشرق میں چھوٹی سی خانقاہ اور شمال میں رہائشی مکان ہے۔ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سکونت پذیر ہے۔

عرس حضرت کا سالانہ عرس ۱۸ تا ۲۰ ذی قعدہ کو پابندی سے ہوتا ہے۔ عرس میں مریدوں اور معتقدوں کی کثرت رہتی ہے۔ اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے الحاج مولانا سید شاہ محی الدین قادری یہاں کے متولی اور سجادہ ہیں۔ یہاں کسی مقام پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

مسکین شاہ قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۱۲۰۰ھ شاہجہاں آباد — وفات ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۵ء شہر حیدر آباد

(۴)

محمد نعیم نام اور مسکین شاہ لقب تھا۔ قادریہ و نقشبندیہ سلسلہ کے زبردست مرشد تھے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی سے

بیعت و خلافت حاصل تھی جو حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے خلیفہ تھے اور وہ خلیفہ تھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے۔

شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ بعہد رئیس دکن نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع (۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ) بلدۂ حیدر آباد تشریف لائے اور محلہ علی آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ علم و فن اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوگئی اور ہزاروں لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے مرید و معتقد بن گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام عمر اذکار و اشغال میں بسر ہوئی۔ بڑے ہی دقیق ماض اور صاحب تصنیف تالیف بزرگ تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی تصنیفات نظم و نثر دونوں میں موجود ہیں۔ مراقبات سلوک حضرتؒ کی مشہور تصنیف ہے۔ اردو نثر کے اس رسالے میں نقشبندیہ سلسلہ کے مریدوں کے لیے مراقبات کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ حضرتؒ کے کلام کے منتخبات کے چند قلمی نسخے کتب خانہ ادارۂ ادبیات اردوؒ میں محفوظ ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک مرید صادق ابوطاہر محمد عبدالقادر نقشبندی نے حضرتؒ کے ملفوظات کو ایک جگہ جمع کر کے حضرتؒ کے زمانۂ حیات میں ہی "لذات مسکینؒ" کے نام سے تین جلدوں میں مطبع مقید دکن سے ۱۳۱۲ھ میں شایع کیا تھا جو فی الوقت نایاب ہے۔

شہریار دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور وہ متعدد مرتبہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے۔ راقم الحروف طالع کے والد بزرگوار حضرت حکیم مولوی سید وزیر علی عالی مرحوم متوفی ۱۳۳۶ھ بھی حضرتؒ کے مرید تھے۔

۱۴ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۵ء کو بعمر (۱۱۴) سال دنیا سے تشریف لے گئے۔ خلق کے کثیر اژدہام کے ساتھ رئیس دکن آصف جاہ سادس نے بھی دور تک حضرتؒ کے

جنازہ کو کندھا دیا۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی۔ اندرون دروازہ علی آباد مسجد الماس کے صحن میں مدفون ہوئے۔ بعد وفات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تسکین شاہ نقشبندی مجددی قائم مقام ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی اولاد شہر حیدرآباد میں موجود ہے۔ حضرت کے ایک اور مشہور خلیفہ مولوی احمد خیر الدین تھے جو نبی خانہ تیھم گلی شہر حیدرآباد میں مرجع خلایق تھے۔

فی الحال حضرت تحسین شاہ صاحب اپنے اسلاف کے قائم مقام اور متولی ہیں

(دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صفحہ ۳۱ - تذکرہ مخطوطات جلد اول صفحہ ۲۲۳ - آصفیاہ سادس صفحہ ۲۹)

محل وقوع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ چارمینار کی جنوبی سمت شاہ علی بنڈہ سے علی آباد جانے والی سڑک کے دائیں جانب مسجد الماس علی آباد کے صحن میں واقع ہے۔ مقبرہ پورا سنگ مرمر کا ہے جو ایک فٹ بلند چبوترہ پر بنایا گیا ہے وہ ۱۱ فٹ ۶" انچ طویل اور ۱۰ فٹ ۸" انچ عریض ہے۔ مقبرہ کی چاروں سمتوں میں تین تین کمانیں ہیں۔ درمیان میں واحد مزار حضرت علیہ الرحمہ کا ہے۔ مقبرہ میں برقی روشنی کا انتظام ہے۔

مزار

حضرت علیہ الرحمہ کا مزار بالکل سادہ اور معمولی مٹی کا ہے جس پر ہر وقت سبزہ اگا رہتا ہے۔ مزار ۸ فٹ لمبا اور ۳ فٹ ۱۱" انچ چوڑا ہے۔

کتبے

۱۔ سنگ مرمر کی جالی کے شمالی پہلو پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقشبندِ زمانہ مسکین شاہ	وجد الحق من اناب لربہ	ھو الحی القیوم	گفت سلطان سنِ رحالِ او	شہ مسکین رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱۴ھ

۲۔ مزار کے سرہانے اندرونی رخ جالی پر یہ تاریخی عبارت خط نسخ میں کندہ ہے۔

نقی بروح در یعنی جنت النعیم ۱۳۱۴ھ

سلطان محمد سلطان الدین خان سلطان حیدرآباد کے مشہور امیر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے جو پیر و مرشد کے وصال کے بعد ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہیں فوت ہو کر جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

۳- مزار کے بائیں میں جالی کی پیشانی پر یہ تاریخی عبارت کندہ ہے۔

"ایں جالی گزرانیدہ نواب آسمانجاہ" "دار حضرت مسکین شاہ"

۱۵ ۱۳ ھ ۱۲ ۱۳ ھ

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہر سال ۱۴/ ماہ ربیع الاول کو پابندی سے ہوتا ہے۔ عوام زائرین اور مرید و معتقدین شریک ہوتے ہیں۔ مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین حضرت تحسین شاہ نقشبندی خلف حضرت تسکین شاہ نقشبندی علیہ الرحمہ ضعیف العمر اور خوش اوقات، وسیع الاخلاق اور مغتنمات وقت سے ہیں۔

شاہ فضل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۴۴ھ فتح پور — وفات ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۵ء بلدہ حیدرآباد

(۞)

سید شاہ محمد فضل اللہ قادری پورا نام تھا۔ صحیح النسب اور نجیب الطرفین سادات اور مشائخ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ فتحپور میں پیدا ہوئے اور والد بزرگوار حضرت سید شاہ امیر علی قادری کے زیر سایہ نشو و نما پائی۔ بچپن ہی سے حضرت میں بزرگی اور سعادت مندی کے آثار نمایاں تھے۔ کوئی کام خلاف شریعت ظاہر نہ ہوتا تھا۔ خوراک اور پوشاک نہایت سادہ اور معمولی تھی۔ ورزش جسمانی اور کشتی کا بھی شوق تھا۔ علم دوست اور فقیر پرست تھے۔ سیرت نبوی پر مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ آخر شب میں جاگتے اور نماز فجر باجماعت ادا فرماتے تھے۔ عیش و طرب اور لہو و لعب، منکرات اور مکروہات سے ہمیشہ دوری اختیار کی۔ بزرگان سلف کے مزارات کی زیارت اور اوراد و وظائف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بہترین شغلہ تھا۔

ایک عرصہ تک حضرت علیہ الرحمہ کو ہادیٔ کامل اور مرشد واصل کی تلاش رہی۔ آخر صوابت بنیر (علاقہ افغانستان) پہنچکر ۱۲۶۵ھ میں حضرت اخوند شیخ عبدالغفور افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت حاصل کی اور مدت تک پیرو مرشد کی خدمت میں رہکر درجہ کمال پر پہنچے اور سندِ خلافت حاصل کر کے مرشد کامل کے حکم پر خلیفۂ ہندوستان بنکر اشاعت دین کے لئے یہاں واپس تشریف لائے۔ ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے حضرت علیہ الرحمہ نے اہل اسلام اور اہل اصنام کو توحید اور ایمان کے مسائل سمجھائے اور بت پرستی سے روکا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے

پہلی مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نواب افضل الدولہ آصفجاہ پنجم (۱۲۷۳ تا ۱۲۸۵) کے آخر زمانے میں بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور بازار عیسیٰ میاں کی مسجد میں ٹھیرے حضرتؒ کے تشریف آوری کی شہر میں دھوم مچ گئی اور ادنیٰ و اعلیٰ ملاقات سے مشرف ہونے لگے۔ اسی زمانہ میں نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ ششم پیدا ہوئے تو نومولود شاہزادہ کی دادی ملکہ دلادر النساء بیگم نے شاہزادہ کی صحت و محافظت کے لیئے حضرتؒ سے تعویذ طلب کیا چنانچہ حضرت علیہ الرحمہ نے نقش لکھکر ملکہ کے پاس بھجوا دیا جس کو نومولود شاہزادہ کے سیدھے بازو پر باندھا گیا۔ لیکن کسی وقت بھی حضرتؒ نے رئیس وقت آصفجاہ پنجم سے ملاقات نہیں فرمائی اور بہت جلد ہندوستان واپس چلے گئے۔ پھر دوبارہ ۱۲۹۱ھ میں بعہد حکومت نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور صرف چند روز رہکر ہندوستان لوٹ گئے۔ تیسری مرتبہ ۱۳۰۶ھ میں جب حیدرآباد آئے تو پھر یہیں کے ہوگئے۔ ابتداً حضرت کی سکونت نواب سکندر نواز جنگ رکن عدالت العالیہ کے مکان واقع خیریت آباد میں رہی اس کے بعد اندرون شہر اپنے مُرید

مولوی عبدالقادر وکیل کے مکان میں فروکش ہوگئے۔

جب سارے شہر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور عظمت کے چرچے ہونے لگے تو آصف جاہ ششم کو بھی حضرت علیہ الرحمہ سے ملنے کا اشتیاق ہوگیا اور اپنے تعلق سے تعویذ کا واقعہ سنکر تو اور زیادہ بے چین ہوگئے چنانچہ وہ بنفس نفیس حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب اور حسن اعتقاد سے قدم بوس ہوکر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرتؒ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ ساتھ ہی تعمیر خانقاہ اور اخراجات لنگر کے لئے وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن حضرتؒ نے قبول نہیں فرمایا۔ آخرکار پرانی حویلی میں ایک شاہی مکان جو نہایت وسیع اور شاندار تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ کے قیام کے لئے تجویز کیا گیا جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر مع متعلقین کے مقیم رہے۔

اسی زمانہ میں رئیس دکن آصفجاہ ششم نے ایکدن کئی کشتیاں جواہر اور اشرفیوں سے بھر کر حضرتؒ کی خدمت میں بھجوائے۔ حضرتؒ نے دیکھتے ہی کشتیوں کو فوراً واپس کردیا اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ "اگر آپ اس طرح کے تکلفات فرمائیں گے تو فقیر یہاں سے چلا جائے گا"۔ اس کے بعد شاہ دکن نے چاہا کہ حضرتؒ کے صاحبزادوں کے لئے وظائف مقرر کیئے جائیں لیکن حضرتؒ نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا۔

غرض کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سراپا اخلاق تھی۔ غربا اور فقرا امرا اور رؤسا سے ایک ہی طرح سے ملتے تھے۔ مزاج میں نرمی اور کسر نفسی بہت تھی تواضع اور انکساری عاجزی اور فروتنی میں میوہ بھری ڈالی کی طرح جھک جاتے تھے متوکل اور قناعت پسند تھے۔ مدۃ العمر آرائش دنیوی سے آلودہ نہیں ہوئے اگر کوئی شخص خلاف شرع کام کرتا تو اس سے ملنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بچوں سے بڑی محبت اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے یا علیؑ یا علیؑ تکیہ کلام

تھا۔ حضرتؒ نے اپنی درویشی کو سپاہ گری میں چھپا رکھا تھا۔ آلات سپاہ گری مثلاً تلوار اور بندوق۔ تیر و کمان اور لاٹھی ہر وقت ساتھ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں عملداری میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا ہوں اس لیئے تیر و کمان میرے ایمان کا جز ہے۔

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۵ء روز جمعہ صبح ۴½ بجے اسّی سال کی عمر میں بعارضہ فالج حضرتؒ نے وصال فرمایا۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی اور عبد القادر خاں وکیل۔ خلیفہ حضرت ممدوحؒ کے باغ متصل پل چادر گھاٹ میں دفن ہوئے۔ سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔ حضرتؒ کے تین صاحبزادے سیّد آلِ حسن سید آلِ احمد سیّد آلِ محمد اور ایک صاحبزادی محل سید عبد الباری تحصیلدری تھیں۔ بعد وفات حضرت علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادہ سیّد آلِ حسن قائم مقام اور سجّادہ نشین ہوئے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ایک اور مشہور خلیفہ سید عبد الغفور قادری تھے جو عظیم آباد پٹنہ میں رہتے تھے۔

(دیکھو تذکرہ اولیائے دکن جلد دوم صفحہ ۶۵۹، سوانحمری شاہ فضل اللہ مطبوعہ اسرار کریمی الہ آباد)

محل وقوع

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار چادر گھاٹ پل کے مشرقی جانب موسیٰ ندی میں دائیں کنارے پر تقریباً ۶ فٹ بلند پختہ سنگ بستہ چبوترہ پر واقع ہے۔ پل کے اوپر سے گزرنے والوں کو مزار علانیہ نظر آتا ہے۔ چبوترہ شمالاً جنوباً ۳۳ فٹ لمبا اور شرقاً غرباً ۲۶ فٹ چوڑا ہے۔ چبوترہ پر سنگ سیلو کا فرش ہے اطراف میں اور بھی چند قبور ہیں اور یہ محدود مختصر قبرستان "تکیۂ فضل اللہ شاہؒ" کے نام سے موسوم ہے۔

چبوترہ پر تین مزار ہیں۔ درمیانی اونچا اور بڑا مزار جو ایک چھوٹے چبوترہ پر ہے۔ وہ حضرت علیہ الرحمہ کا ہے اور بائیں میں مشرقی جانب گچی کا پختہ مزار حضرتؒ کے

چھوٹے صاحبزادہ کا اور مغربی جانب کا مزار حضرتؒ کے خلیفہ عبدالقادر خاں وکیل کا ہے۔ چنانچہ انکی قبر پر سنگ سیلو کا کتبہ ہے اور اس پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

عبدالقادر خاں قادری غفوری فضل الٰہی
۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳ ہجری

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سنگ سیلو کے چھوٹے چبوترہ پر ہے۔ یہ چبوترہ بڑے چبوترے کے ٹھیک درمیان میں ہے اس کا طول ۱۰ فٹ ۱۱" انچ اور عرض ۸ فٹ ۱" انچ ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گچی کا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۶" لمبا ۴ فٹ ۳" انچ چوڑا، بلندی شمالی جانب ۳ فٹ ۲" انچ اور جنوب کی طرف ۲ فٹ ۱۰" انچ ہے۔

کتبہ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ صرف عبدالقادر خاں وکیل خلیفہ حضرت ممدوحؒ کے مزار پر سنگ سیلو کا کتبہ ہے جس کا ذکر اوپر کردیا گیا ہے۔

عرس زمانۂ سابق میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس خاص اہتمام سے ہوا کرتا تھا اور سینکڑوں غریبوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ لیکن آج مسلسل کئی سال سے عرس کی کوئی تقریب نہیں ہوتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے کچھ لوگ تعلقہ بانسواڑہ (نظام آباد) میں رہتے ہیں۔

حضرت سیّد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۴۴ھ بلدۂ حیدرآباد — وفات ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء بلدۂ حیدرآباد

سید شاہ ناصر الدین علی نام اور سید صاحب عرف تھا۔ سادات حسنیؓ و حسینیؓ سے تھے۔ والد بزرگوار حضرت سید شاہ حسن بخاریؒ کی طرف سے سلسلۂ نسب حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کو اور والدہ محترمہ کی طرف سے نسبی سلسلہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ بیجاپوری رحمتہ اللہ علیہ کو پہنچتا ہے۔ حضرتؒ کی والدہ محترمہ مسماۃ بیگم بی حضرت سید شاہ بندگی حسینی خلف سید شاہ ناصر الدین حسینی عرف شاہ ناصر رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت سید صاحبؒ کے باپ دادا کا وطن ارکاٹ تھا۔ حضرتؒ کے والد بزرگوار گردش ایام اور فکر معاش کے سلسلے میں بزمانۂ نواب ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم (۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ) وارد بلدۂ حیدرآباد ہوئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں رہ گئے۔ بیرون دبیر پورہ الاوہ بی بی کے قریب سکونت تھی۔ حضرت سیّد صاحب ۔ محرم الحرام ۱۲۴۴ھ کو یہیں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ختم کی اور جب سن تمیز کو پہنچے تو مولانا حافظ شجاع الدین علیہ الرحمہ سے علوم ظاہری و باطنی میں فیض حاصل کیا اور بعد کو انہی کے مرید اور خلیفہ ہو گئے۔

حضرت سیّد صاحب علوم حقائق و معارف میں کافی عبور رکھتے تھے۔ ہمیشہ قناعت اور توکل پر زندگی گزاری۔ حبس دم کے بہت عادی تھے۔ شب بیدار تہجد گزار اور صاحب خوارق عادات تھے۔ اکثر و بیشتر یہ دیکھا گیا کہ ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر شریک دعوت رہے اور بارہا مختلف مقامات پر دیکھے گئے

حالانکہ ٹھیک ان ہی اوقات میں حضرتؒ اپنی قیام گاہ پر موجود تھے۔ رئیس دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس کو حضرتؒ سے گہری عقیدت تھی چنانچہ انھوں نے حضرتؒ کے دولت کدہ پر حاضر ہو کر قدمبوسی کا شرف بھی حاصل کیا۔ سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مرید اور معتقد تھے۔ چاروں سلسلوں یعنی چشتیہ اور قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں مرید کرتے تھے لیکن زیادہ میلان طریقہ قادریہ عالیہ کی طرف تھا۔

حضرتؒ کا کھڑا چہرہ اور رنگ سانولا چھریرا بدن اور قد متوسط تھا۔ چہرہ سے متانت اور رُعب ٹپکتا تھا۔ آنکھیں نشیلی تھیں۔ جسم پر کرتہ اور تہمد اور سر پر ہمیشہ رومال باندھتے تھے۔ پاؤں میں قدیم آپا شاہی جوتا ہوتا تھا۔ سلام میں ہمیشہ پیش دستی کرتے اور ہر ایک سے نرم لہجے میں مخلصانہ گفتگو کرتے تھے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء کو پیر کے دن (۷۲) سال کی عمر میں بعارضہ دمہ انتقال ہوا۔ رئیس دکن نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر ملی تو ممدوح نے فوراً مبلغ پانچہزار روپیہ نقد اور پانچ تھان کپڑا پانچ شیشے عطر اور پانچ من اگر بتی مصارف تجہیز و تکفین کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی عوام کے بے پناہ ہجوم کیساتھ شاہ وقت نے بھی جنازہ کو کاندھا دیا اور بروز زیارت فاتحہ سوم میں بھی تشریف لائے۔ بیرون دبیرپورہ متصل الاوہ بی بی اُس مسجد کے صحن میں دفن ہوئے جو حضرتؒ کے نام سے موسوم ہو کر مسجد سید صاحب کہلاتی ہے۔ "نائب پیغمبر" حضرت کا مادۂ سالِ وفات ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک صاحبزادی اور تین خلفاء تھے۔ چنانچہ بعد وفات حضرتؒ کے داماد و خلیفہ سید شاہ حسین قادری قائم مقام اور متولی

ہوئے۔ اب ان کے پوتے سید نصیر الدین حسین قادری موجودہ متولی وسجادہ نشین ہیں (دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم ص۲۵ ۔ تذکرہ سادات ص۲۱)

مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار دروازۂ دبیرپورہ کے باہر عاشور خانہ علم بی بی کے جانب شمال ایک وسیع قبرستان کی چھوٹی سی مسجد کے صحن میں واقع ہے۔ یہ مسجد انہی کے نام سے موسوم اور سید صاحب حضرت کی مسجد کہلاتی ہے۔ مسجد میں سنگ سیلو کا فرش اور نل و برقی روشنی کا انتظام ہے۔ صحن مسجد میں فرش سیلو پر حضرتؒ کے مزار کے بائیں جانب مشرق میں ایک زنانہ قبر ہے جو حضرت کی صاحبزادی غضوالنساء بیگم محل مولانا سید شاہ حسین قادری کی ہے۔ جو موجودہ متولی سجادہ نشین سید نصیر الدین حسین قادری کی حقیقی دادی تھیں۔

حضرتؒ کا مزار چاروں طرف سے سنگ بستہ اور درمیانی تعویذ گچی کا ہے اور اس وقت تک اچھی حالت میں ہے۔ وہ (۶) فٹ ۹ انچ چوڑا اور ۱-۳/۴ فٹ سے ۲ فٹ ۱ انچ تک بلند ہے۔ مزار کے سرہانے بادام کا درخت ہے۔

کتبہ مزار کے سرہانے صحن مسجد کے حصار کی دیوار میں سنگ مرمر کی تختی پر خط نستعلیق کا حسب ذیل کتبہ نصب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

مہینہ تھا محرم گیارھویں تھی ؎ تھا سن تیرہ سو سترہ پیر کا دن
ہوئے واصل بحق ناصر علیشاہ ؎ دم رحلت بہتر سال تھا سن

گزرانیدہ میر فخر الدین علیؒ

عرس حضرت علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال ۱۱ محرم ہے۔ لیکن عاشورہ محرم کی خاطر

عرس کی تاریخیں ۱۴؍ تا ۱۶؍ محرم مقرر کی گئی ہیں۔ چنانچہ ہر سال انہی تواریخ میں سالانہ عرس ہوا کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے عرس کا معمول بصورت نقدی ملتا ہے۔

عبد اللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ــــــ ادھونی ضلع بلاری   وفات ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء بلدہ حیدرآباد دکن

(؂)

سیّد شاہ غلام حسین قادری کے صاحبزادے صحیح النسب سادات اور حضور سیّدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ ادھونی میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ اپنے دادا حضرت سیّد بادشاہ محی الدین قادری علیہ الرحمہ سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی اور ان ہی کے مُرید اور خلیفہ تھے۔ سیر و سیاحت کا بیحد شوق تھا۔ چنانچہ مسلسل چار سال تک ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے ۱۲۸۰ھ میں اپنے دادا کے پاس بلدہ حیدرآباد چلے آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں رہ گئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ علوم دین کے زبردست عالم اور جادو بیان مُقرر، ذاکر و مشاغل اور شریعت کے پابند تھے۔ زندگی بالکل فقیرانہ اور متوکلانہ تھی۔ اگرچہ کہ بڑے بڑے رئیس اور امیر حضرتؒ کے مُرید اور معتقد تھے لیکن کبھی کسی سے حضرتؒ نے اپنی ضرورت یا خواہش کا اظہار نہیں فرمایا۔ رئیس دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس نے بطور نذر عقیدت دو آدمیوں کا پہرہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مکان پر مقرر کیا تھا۔ جن کی تنخواہ خزانۂ شاہی سے ادا ہوتی تھی یہ پہرہ (۷۵) سال تک قائم رہ کر ۱۳۶۸ھ میں برخاست ہوا۔

چھ ماہ قبل حضرت علیہ الرحمہ نے مریدوں اور معتقدوں پر اپنی تاریخ وفات کا اظہار فرما دیا تھا۔ لوگوں کو اس بات کا یقین کرنے میں تامل رہا لیکن ٹھیک مقررہ تاریخ اور وقت پر ۲ جمادی الاول ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء کو بعہد رئیس دکن نواب میر محبوب علیخان آصفجاہ ششم حضرتؒ کا وصال ہوا اور محلہ سبزی منڈی میں اپنے دادا کے پہلو میں دفن ہوئے۔ چونکہ حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے حضرتؒ کے حقیقی بھتیجے سید شاہ عبدالرزاق قادری قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔ (حدید)

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار محلہ سبزی منڈی میں پرانا پل سے گولکنڈہ جانے والی سڑک کے بائیں جانب سکونتی مکان کے صحن میں واقع اور حضرت سید بادشاہ محی الدین قادری علیہ الرحمہ کے مزار کے غربی جانب ہے۔

مزار گچی کا ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ چاروں طرف سے پتھر کی بندش ہے اور مقبرہ کی دوسری کمان میں ہے۔ وہ ۶ فٹ ۸" انچ لمبا ۳ فٹ ۲" انچ چوڑا اور ۳ فٹ ۳" انچ بلند ہے۔

عرس ہر سال ۱۱ و ۱۲ جمادی الاول کو دادا کے عرس کے ساتھ حضرتؒ کا عرس بھی ہوتا ہے۔ مریدوں اور معتقدوں کا ہجوم رہتا ہے۔ مہمانوں کی کھانے سے تواضع کیجاتی ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں۔

شاہ شرفی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۶۹ھ قمر نگر کرنول — وفات ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء بلدہ حیدرآباد

(⁂)

سید شاہ شرف الدین حسینی رضوی قادری نام اور شاہ شرفی عرف تھا۔ سادات رضوی سے تھے۔ ۱۲۶۹ھ میں بمقام قمر نگر کرنول پیدا ہوئے اور وہیں

پروان چڑھے۔ بچپن ہی سے کھیل کود سے نفرت اور خاموشی کی عادت تھی۔
حافظہ غیر معمولی قوی تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں والد بزرگوار حضرت سیّد
میراں محی الدین حسینی القادریؒ سے قرآن اور تصوف اور مختلف علمائے وقت
سے حدیث و فقہ اور تفسیر و ادب میں کامل مہارت پیدا کرلی۔ کرنول کی ایک
مقدس ہستی حضرت سیّد شاہ شمس الدین حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے
عقد کرکے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں والد بزرگوار
علیہ الرحمہ سے شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

والد بزرگوار علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد باطنی اشارہ پر وطن سے ہجرت
فرمائی اور ۱۲۹۵ھ میں بزمانہ نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس کرنول سے
بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے پہلے پہل محلہ نام پلی میں اور بعد کو محلہ "ٹٹی کوکا" کی
اونچی مسجد کے مقابل (مسجد مولانا صاحب) ایک مکان میں مقیم ہوگئے۔ اس مقام
پر آج کل صرف ملگیات باقی رہ گئی ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بالکل سادہ اور درویشانہ تھی۔ ہمیشہ متوکل
اور قانع رہے۔ کئی کئی دن تک مسلسل روزہ رکھتے اور افطار صرف پانی سے ہوا
کرتا تھا جو کچھ میسر آتا۔ وہ سب فقیروں میں تقسیم کردیتے تھے۔ ایک معتبر روایت
یہ ہے کہ :۔ "جب کئی دن اس طرح سے گزر جاتے تو پاکیزہ لباس اور نورانی صورت
کچھ لوگ روغنی روٹیاں اور مختلف نعمتوں سے بھرے ہوئے خوان سر پر لیکر
حاضر ہوتے اور دروازہ پر دستک دیکر یہ کہکر دیتے کہ "یہ شرف الدین کا حصہ ہے"
اس کے بعد ہی وہ لوگ نظروں سے غائب ہوجاتے تھے" حضرت اِن خوانوں کو
لیکر پہلے فقیروں کو اور پھر اہل و عیال کو تقسیم فرماتے اور خود باہر آکر فقیروں کے
ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے۔

حضرت شاہ شرفی رحمتہ اللہ علیہ بہت ہی ریاضت کش اور پابند شریعت زبردست عالم اور صاحب تصنیف و تالیف، ہمدرد اور دریا فیض، درویش کامل اور صاحب تصرف بزرگ تھے۔ صوم و صلوٰۃ اور خصوصاً نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ اگرچہ کہ چاروں سلسلوں میں بیعت و خلافت حاصل تھی لیکن زیادہ میلان طریقہ قادریہ عالیہ کی طرف تھا اور اسی سلسلہ میں اکثر رشد و ہدایت فرماتے تھے۔ سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مُرید تھے۔ دنیوی اعزاز اور تمکنت سے ہمیشہ دور رہے۔ غریبوں اور درویشوں سے میل ملاپ زیادہ پسند تھا کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ حضرت علیہ الرحمہ کی مشہور تصنیف "شرف الانساب" ہے۔ جس کو حضرتؒ نے وفات سے دو سال پیشتر قلمبند فرمایا تھا۔ اس کتاب میں سادات اہل بیت کے نسب نامے بڑی تحقیق کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب حضرتؒ کی وفات کے بعد حضرتؒ کے صاحبزادہ سید شاہ غوث محی الدین رضوی القادری شرفیؒ نے ۱۳۳۲ھ میں شائع کی تھی۔ جو فی الوقت کمیاب ہے۔

۱۵ ماہ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ (۱۸۹۹ء) روز یکشنبہ کو اڑسٹھ برس کی عمر میں حضرتؒ نے رحلت کی اور محلہ سبزی منڈی میں "بی بی پورہ" سے متصل دفن ہوئے۔ یہ مقام جہاں آج مزار ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے موسوم اور شرفی چمن کہلاتا ہے۔ بعد وفات حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ سید شاہ غوث محی الدین حسینی رضوی جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ آجکل حضرت شاہ شرفیؒ کے پوتے مولانا سید شاہ سیف الدین حسینی رضوی القادری شرفی مسندِ رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔

(جدید)

محل وقوع	محلہ سبزی منڈی شرفی چمن میں حضرتؒ کا مزار محتاج تعارف نہیں ہے

مزار ایک وسیع چبوترہ پر واقع ہے۔ یہ مقام کچھ عرصہ پہلے بالکل غیر محفوظ حالت میں تھا لیکن اب پورے چبوترہ کے اطراف میں دیوار حصار کھینچکر مکان و مسجد اور مقبرہ تعمیر کرکے اچھی خاصی محفوظ مکانیت کی صورت پیدا کر دی گئی ہے۔ پورے چبوترہ پر سیلو کا فرش ہے حضرتؒ کا مزار محفوظ چار دیواری میں ہے جس کے چاروں طرف چار دروازے اوپر ٹین کی چھت اور نیچے فرش سیلو ہے۔ اس مستطیل اور محفوظ چار دیواری کی اندرونی وسعت جس میں حضرتؒ کا مزار ہے شمالاً جنوباً ۲۲ فٹ ۱۰ انچ اور شرقاً غرباً ۱۰ فٹ ۸ انچ ہے۔

مزار مزار مٹی کا ہے جس پر چونہ کی استرکاری کی گئی ہے۔ مزار کی لمبائی ۸ فٹ ۵ انچ اور چوڑائی ۵ فٹ ۵ انچ ہے۔ پائین کی طرف سے مزار کی بلندی ۲ فٹ اور سرہانے ۳ فٹ اونچا ہے۔ حضرتؒ کے روضہ کے پائین شرقاً غرباً بڑ (برگد) کے دو درخت ہیں جو حضرتؒ کے روضہ پر سایہ افگن ہیں۔

رہائشی مکان مزار کے سرہانے بالکل متصل سجادہ نشین کا سکونتی مکان ہے جس میں وہ اور ان کے متعلقین رہتے ہیں۔ اگرچہ کہ سجادہ درگاہ کا ذاتی مکان "کوکا کی ٹٹی" کے مقابل سڑک کے دوسری جانب واقع ہے۔ لیکن ان کا زیادہ وقت درگاہ کے مکان میں ہی گزرتا ہے۔

مسجد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے غربی جانب ایک مرید کی تعمیر کی ہوئی چھوٹی سی مسجد ٹین پوش ہے۔ مکان اور مقبرہ، مزار اور حصار غرض کسی مقام پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ البتہ مسجد کے بائیں جانب کے ستون پر حسب ذیل کتبہ سنگ سیلو میں کندہ اور نصب ہے۔

کتبہ

روز محشر کہ جانگداز بود — اولیں پرسش نماز بود

۸۵۶
۴۹۲

مسجد ہذا تعمیر کردہ سیٹھ فتح محمد ولد شیخ محبوب تاجر
بازار کوکہ
سنہ ۱۳۴۲

عرس ۱۴ تا ۱۶ تواریخ ماہ رجب میں ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کا عرس ہوا کرتا ہے۔ مرید اور معتقد جمع ہوتے اور مختصر سا میلہ لگتا ہے۔ موجودہ سجادہ نشین مولانا سید شاہ سیف الدین چشتی رضوی قادری کے حسن انتظام کی وجہ سے درگاہ شریف کی رونق میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ تیل اور برقی روشنی کی سہولت کے باعث مزید چہل پہل بڑھ گئی ہے۔ صندل سکونتی مکان بازار گوکہ سے نکالا جاتا ہے۔

علوی رزاقی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۵۵ھ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر دہلی   وفات ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء بلدہ حیدرآباد

میر امداد علی علوی نام، منشی جی لقب اور علوی تخلص تھا۔ مشاہیر شرفا اور معزز سادات علویہ سے تھے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔ منشی میر امداد علی علوی بن میر نجابت علی بن حافظ سید رحیم علی بن سید غلام نبی بن سید حبیب اللہ بن سید عبدالکریم بن سید عبدالقادر بن عبدالغنی بن سید شاہ جمال محمد بن سید شاہ محمد ترکی بن قطب الاقطاب ابو عبداللہ سید شاہ عبدالرزاق جھنجانوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار مولانا میر نجابت علیؒ اپنے وقت کے زبردست صوفی اور ولی اللہ، ذاکر و شاغل اور حضرت شاہ امداد حسین چشتی نظامی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت علویؒ کی پیدائش سے پہلے قلندر صفت ایک مجذوب حافظ غلام مرتضیٰ پانی پتیؒ نے حضرت کے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ "تمہارے گھر قریب میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو نیک بخت اور جید عالم، زبردست صوفی اور درویش کامل ہوگا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے ٹھیک نو ماہ بعد حضرت علیہ الرحمہ پیدا ہوئے تو وہی مجذوب نے حضرت کا نام امداد علی رکھا۔ بچپن ہی میں حضرت کے

طرح طرح کی کرامات ظاہر ہوا کرتی تھیں۔ والد بزرگوار حضرت کا بہت لحاظ کیا کرتے تھے اور بعض وقت آبدیدہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ "میاں جب تم نعمت فقر سے سرفراز ہو گئے۔ خدا جانے ہم زندہ بھی رہتے ہیں یا نہیں مگر تم ہمکو بھول نہ جانا۔ ہمیں بھی کچھ تحفہ دینا"۔

غرض دس گیارہ سال کی عمر میں والد بزرگوار سے عربی اور فارسی کی تحصیل کر لی۔ حدیث اور فقہ کی تعلیم علامہ عباس علی خاں سے پائی۔ اس کے بعد شعر و سخن کا ذوق پیدا ہوا تو طبیعت مستعد اور دماغ حاضر تھا۔ چند ہی دنوں میں صاحبِ دیوان شاعر بن گئے۔ عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ مشتے نمونہ از خروارے نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ؎

میں جو کھل جاؤں تو بس ساری حقیقت کھل جائے ✣ مظہر نور حقیقی کا لفافہ میں ہوں
کیا ملک میری حقیقت کو سمجھتے علوی ✣ جن کا استاد نہ سمجھا وہ معمہ میں ہوں

والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مرشد کامل کی تلاش میں اپنے وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر دہلی سے نکلے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے سنہ ۱۲۸۵ھ میں بعہد نواب افضل الدولہ آصف جاہ پنجم بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور پانچ سال کی مسلسل کوشش کے بعد ۱۷ ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ کو حضرت میر غلام حسین احمد عرف مرزا سردار بیگ رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا اور کامل تین سال مرشد کی خدمت میں رہکر تمام اذکار و اشغال اور سلوک کے منازل طے کر کے کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرتؒ کی اعلیٰ قابلیت و صلاحیت اور کمال معرفت کو دیکھکر پیر و مرشد نے اسرار باطنی کی تلقین فرما کر ۱۹ ماہ شعبان سنہ ۱۲۹۴ھ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور چاروں سلسلوں یعنی چشتیہ اور قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں اجازت بھی عطا فرما دی اور ارشاد فرمایا کہ:-

"منشی جی اب تم کامل ہوگئے ہو۔ جس جگہ ہم کھڑے تھے تم کو بھی وہیں لاکر ہم نے کھڑا کر دیا ہے۔ اب ہم تم دونوں برابر ہوگئے۔" اس کے باوجود حضرت علیہ الرحمہ پیرو مرشد کی حیات ظاہری تک ایسے نیست و نابود اور فنافی الشیخ رہے کہ مرشد کے سامنے دم نہیں مارتے تھے اور پاس ادب اتنا کہ کبھی مرشد کے گھر میں اپنے منہ کا تھوک تک گرنے نہیں دیا۔ کلام میں کبھی تقدیم نہیں کرتے تھے۔ اگرچہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بیہ...... کو چاروں سلسلوں میں بیعت تھی اور مرید بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن زیادہ غلو سلسلۂ چشتیہ میں تھا۔ پیر و مرشد کو بھی حضرت علیہ الرحمہ سے خاص انس تھا۔

حضرت علویؒ اپنے وقت کے قطب الاقطاب اور کامل و اکمل تھے۔ لذاتِ دنیوی سے کوسوں دور تھے۔ بڑے بڑے امیر اور دولتمند لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور معتقد تھے لیکن کسی سے کوئی غرض نہیں رکھتے تھے۔ آزاد منشانہ زندگی تھی۔ درس و تدریس اور تالیف و تصنیف دن رات کا بہترین مشغلہ تھا۔ مثنوی مولانا رومؒ کے حافظ تھے۔ فارسی اتنی بہتر جانتے تھے کہ اہل ایران حضرتؒ کی قابلیت کا لوہا مانتے تھے۔ افغانستان، ایران اور شمالی ہند سے مثنوی شریف کا سبق لینے لوگ آتے اور پڑھکر حضرت علیہ الرحمہ سے سند لیتے تھے۔ علم حقائق اور معارف میں ایسی مہارت تھی کہ فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ بے تکلف بیٹھے پڑھاتے تھے۔ اس کے باوجود خود کو ایسا گمنام اور بے نشان رکھا تھا کہ ہمیشہ دنیا داروں کی تواضع میں رہتے تھے۔ غذا بہت کم تھی وہ بھی صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ بہت دبلے پتلے اور کمزور تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید اور شاگرد تھے مریدوں سے نذرانہ نہیں لیتے تھے۔ قوالی سننے کے بہت شائق تھے۔ حضرتؒ کی نصیحت تھی کہ چار آدمیوں سے ہمیشہ پرہیز کرو۔ ایک زاہد ریاکار، دوسرا لالچی شیخ

تیسرا عالم متعصب اور چوتھا دنیادار بے خوف سے۔ یہ بھی بہ تاکید ارشاد فرماتے تھے کہ:۔
کسی کے ضامن نہ بنو کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھو دو آدمیوں کے معاملہ میں
دخل نہ دو شوہر دالی عورت سے ربط پیدا نہ کرو کسی کے سامنے ہاتھ مت پھیلاؤ
دوسروں کی حاجت روائی میں جہاں تک ہوسکے کوشش کرو۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے کشف و کرامات کے تعلق سے متعدد روایتیں مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شخص کی بیوی بیمار اور قریب المرگ تھی۔ اس کا شوہر دوڑتا ہوا حضرت سردار بیگ علیہ الرحمہ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مریضہ کچھ دیر کی مہمان ہے آپ جلکر مرید کر دیجئے۔" مرشد کامل نے حضرت علوی کی طرف اشارہ کیا۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں حضرت مریضہ کے گھر پہنچے۔ مریضہ پر غشی طاری اور زبان بند تھی۔ حضرت نے بلند آواز سے فرمایا کہ:۔ "میں تجھے مرید کرنے آیا ہوں۔ اٹھ اللہ شفا دیگا"۔ مریضہ فوراً ہشیار ہوکر اٹھ بیٹھی۔ حضرت نے جو کچھ ارشاد فرمایا اسکو سنکر اس نے زبان سے ادا کیا اور دو چار روز میں بالکل تندرست ہوگئی۔ مریضہ کے قرابت دار اور دوسرے لوگ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی کرامت کے قائل ہوگئے۔

بعہد رئیس دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو شام کے پانچ بجے ۸۴ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے اور دوسرے دن ۱۲ محرم کو پیر و مرشد حضرت سردار بیگ کی گنبد موقوعہ بھوئی گوڑہ کے قریب دفن ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی یادگار کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ شمس الحق صوفی سجاد علی میکش تھے ع "خلد شد جا گیر آں باغ و اوج" ۱۳۱۹ مصرعہ سال وفات ہے۔ بعد وفات حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے میر عارف علی بہ غلبۂ آراء جانشین اور متولی ہوئے (دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صفحہ ۔ تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ۱۳۲)

محل وقوع | حضرت رحمۃ کا مزار محلہ جوتی گوڑہ میں حضرت سردار بیگ علیہ الرحمہ کے مرقد کے پائین گنبد کے دالان کی پانچویں کمان میں مشرقی جانب واقع ہے۔

مزار | مزار بالکل معمولی حیثیت کا گچی میں بنایا گیا ہے۔ وہ ۹ فٹ لمبا اور ۲ فٹ ۱۰ انچ چوڑا ہے۔

عرس | ۱۱ و ۱۲ محرم کو سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔ معتقدین حاضری دیتے اور نذر و نیاز لاتے ہیں۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

فرزند علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء جھنجھنوں علاقہ راجستھان — وفات ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء بلدہ حیدرآباد

(۞)

سادات بنی ہاشم سے تھے۔ حضرت شیخ جی حالی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی حضرت بھیر الدین شاہ کے حقیقی نواسے اور حضرت سید عمر علی شاہ جانشین حضرت شیخ جی حالی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھانجے اور داماد تھے۔

۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء میں بمقام جھنجھنوں علاقہ راجستھان پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے گھر پر ابتدائی تعلیم کے منازل طے کرنے کے بعد مقامی علماء اور اساتذہ سے فیض حاصل کیا۔ سن بلوغ کو پہنچے تو حقیقی ماموں حضرت سید عمر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی اور تربیت میں منازل سلوک کی تکمیل کی۔ اس کے بعد حضرت ممدوح نے اپنی بڑی صاحبزادی ان کے عقد میں دیکر نعمت بیعت اور خرقہ خلافت سے سرفراز کر کے ۱۲۹۳ھ میں بلدہ حیدرآباد لاکر اپنا جانشین اور درگاہ حضرت شیخ جی حالی رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین اور متولی بنا دیا۔ چنانچہ اس دن سے حضرت نے بلدہ حیدرآباد میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور ساری عمر درگاہ شریف کی خدمت اور خلق خدا کی رہبری میں صرف کی۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نہایت ہی ذاکر اور شاغل، ہمدرد اور صاحب مروت، شب بیدار اور تہجد گزار، سادہ خوراک اور سادہ لباس، صاحب زہد و تقویٰ اور حال کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ۱۳۰۸ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ کشف و کرامات کے تعلق سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک دن کوئی آسیب زدہ شخص رات کے آٹھ بجے درگاہ شریف میں آکر بڑ کے جھاڑ کے نیچے بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے اس کو ملاحظہ فرما کر پوچھا کہ کون ہے۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب حضرتؒ نے اس کے قریب جا کر دو چھڑیاں رسید کئے اور فرمایا کہ "چل دور ہو بھاگ" حضرتؒ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ وہ آسیب زدہ ایسا بھاگا کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ دوسرے دن اس کے والدین ایک چنگیزی میں پھول مٹھائی لئے ہوئے اس کو لا کر حضرتؒ کے قدموں پر ڈال دیئے اور عرض کئے کہ یہ شخص مدت سے آسیب میں مبتلا تھا ہم نے بہت کچھ علاج کیا مگر بے سود ثابت ہوا۔ حضرت نے گذشتہ رات میں اس کو مارا تھا بس وہی اس کا علاج ثابت ہوا اور اب وہ صحت مند ہے۔

۷ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ م ۱۹۰۴ء کو (۵۷) سال کی عمر میں بعارضہ فالج حضرتؒ نے انتقال کیا حسب رواج خاندانی ہمراہ جنازہ حسب ذیل قوالی ہو رہی تھی۔

مفلسانہ آمدم در کوئے تو ☆ شیئاً للہ از جمال روئے تو

کعبۂ جاں قبلۂ من روئے تو ☆ سجدہ گاہ عاشقاں ابروئے تو

خلق کے کثیر اژدہام کے ساتھ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی۔ محلہ اردو شریف میں حضرت شیخ جی حالی رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ سے متصل سیدھے جانب دفن ہوئے۔ سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو اولاد نرینہ نہیں تھی اس لئے وفات سے ۴ سال پیشتر اپنے حقیقی نواسے شاہ محمد کریم الدین حسن کو اپنا جانشین اور درگاہ شریف حضرت

شیخ جی حالیؒ کا سجادہ بنادیا تھا۔ چنانچہ وہی آگے چل کر درگاہ شریف کے سجادہ نشین اور اپنے مرحوم نانا کے قائم مقام ہوئے۔ (دیکھو حیات قاسمی ص ۴۲)

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پختہ گچی کا ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۹ فٹ ۱۱ انچ لمبا اور ۲ فٹ ۳ انچ چوڑا ہے۔

کتبہ خط نستعلیق کا حسب ذیل تاریخی کتبہ سنگ مرمر میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

چوں ازیں دار رفت سوئے ملک بقا	ہادی جادہ عرفان وطریق توحید
پاس تاریخ رقم بہر سعادت بہ نمود	میر فرزند علی شاہ ولی پیر مجید ۱۳ ۲۲ ھ

عرس تاریخ وفات ۷ ماہ ربیع الثانی کو ہر سال عرس و صندل ہوتا اور مزار پر چادر گل چڑھائی جاتی ہے۔

میکش تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۷۹ھ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر — وفات ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۵ء بلدہ حیدرآباد

اصلی نام پنڈت سورج بھان گوڑ، قوم کے برہمن اور تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی) کے رہنے والے تھے۔ اوائل شباب ہی سے درویشی کا شوق تھا اس لئے یوگیوں کے شغل اشغال میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے ان کے ایک ہم وطن صوفی منشی میر امداد علی علوی قلندر خلیفہ حضرت مرزا سردار بیگ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد سے اپنے وطن کو گئے تو وہاں حضرت میکش ان کے معتقد ہو گئے۔ بعض تذکروں میں تو

یہ بھی لکھا ہے کہ دہیں مسلمان بھی ہوئے۔ لیکن دیوان ناظم (نواب سید یوسف علیخاں ناظم والئ رامپور) کے ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیدرآباد آنے سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

غرض منشی میرامداد علیؒ علوی کے فراق میں ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ کو حیدرآباد پہنچکر سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور قلندریہ میں ان کے مرید ہو گئے اور سجاد علی نام پایا۔ چونکہ بے روزگار تھے لہذا کتابت پہلے ذریعہ معاش تھی بعد کو محکمۂ صفائی (میونسپل کمشنر آفس) میں بھی کچھ دن ملازمت کی۔ منشی امداد علی علوی کے علاوہ علوی کے مرشد حضرت سردار بیگ رحمۃ اللہ علیہ بھی میکش کے حال پر مہربان تھے اور دراصل ان ہی بزرگوں کے فیض صحبت اور توجہ باطنی نے میکشؒ کو شمس الحق کے اعزاز سے ملقب کر دیا۔

میکش رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت علوی رحمۃ اللہ علیہ سے چاروں سلسلوں چشتیہ اور قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی جن کا سلسلہ حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ اور مولانا فخر الدین دہلویؒ سے ملتا ہوا محبوب الٰہی حضرت سلطان نظام الدین اولیاء سے جا ملتا ہے۔ حضرت میکش علیہ الرحمہ چاروں سلسلوں میں مرید کرتے تھے لیکن چشتیہ سلسلہ میں غلو زیادہ تھا۔ فن موسیقی میں کمال حاصل تھا اور ستار بہت بہتر بجاتے تھے۔

غرض کہ حیدرآباد میں حضرت میکش رحمۃ اللہ علیہ کو ایک اعلیٰ پایہ صوفی اور شاعر مانا جاتا تھا۔ تزک محبوبیہ جلد دوم جو ۱۳۲۱ھ میں لکھی گئی حضرت میکشؒ اس وقت صرف ۴۱ سال کے تھے اور اس درجہ پر پہنچ چکے تھے کہ مؤلف غلام صمدانی خاں گوہرؔ نے شعراء کے علاوہ اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کے سلسلے میں بھی حضرت علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات اور فضائل درج کئے اور حضرتؒ کا نام ان

القاب کے ساتھ زیب عنوان کیا ہے۔

"مستغرق دریائے توحید، مستہلک بحر تفرید، غواص محیط سرمدی، غواط قلزم محمدی، عارف ربانی، میکش خمخانۂ معانی، حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب میکش چشتی نظامیؒ (ص۵۲)۔

حضرت میکشؒ نہایت پرگو شاعر تھے۔ ان کے چھ دیوان میخانۂ عشق، خمخانۂ خمار میکش اور جوش میکش، شراب الصالحین اور پیمانۂ میکش سنہ ۱۳۲۰ھ تک شائع ہو چکے تھے۔ سنہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء میں ۴۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور احاطہ درگاہ حضرت سردار بیگ رحمۃ اللہ علیہ موقوعہ موقوعہ بھوئی گوڑہ میں دفن ہوئے۔ حضرتؒ کے شاگرد حبیب الدین صغیر ہر سال انکی یاد میں مشاعرہ منعقد کیا کرتے تھے۔

(دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم ص۵۲۔ مرقع سخن ص۳۲۵۔ تذکرہ مخطوطات جلد اول ص۳۰۷)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھوئی گوڑہ میں گنبد حضرت مرزا سردار بیگ علیہ الرحمہ کے وسیع چبوترہ کے مشرق میں بہت ہی قریب ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ اس چبوترہ کے اطراف تار لگا ہوا ہے اور اس پر تین صفوں میں پندرہ قبور ہیں جن میں ان کے مرشد حضرت علوی کے افراد خاندان کی چودہ قبریں ہیں اور ایک قبر حضرت میکش علیہ الرحمہ کی ہے۔ شمال کی طرف سے چوتھی صف میں مشرقی پہلو پر دوسرا مزار حضرتؒ کا ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار صفحۂ زمین کے برابر بالکل بے نام ونشان ہے۔ عوام اور مقامی حضرات میں کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ راقم الحروف نے ایک بڑھیا سے جو حضرت کی خدمت کیا کرتی تھی مزار کا پتہ لگایا۔ اور بے اختیار ظفر کا یہ شعر پڑھا ؎

کوئی مجھ پہ پھول چڑھائے کیوں ، کوئی مجھ پہ اشک بہائے کیوں
کوئی مجھ پہ شمع جلائے کیوں ، میں تو بیکسی کا مزار ہوں

یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں فقیر طالع نے اپنے محترم دوست
ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ (متوفی ۲۴ ستمبر ۱۹۶۲ء) معتمد اعزازی ادارہ
ادبیات اردو و ابوالکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کو ان کی زندگی ہی
میں توجہ دلائی تھی اور موصوف نے وعدہ بھی فرمایا تھا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور
تنصیب کتبہ کا وعدہ پورا نہ ہوسکا

حبیب علی شاہ حبیب رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۱۲۵۰ھ بلدہ حیدرآباد   وفات سنہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۶ء بلدۂ حیدرآباد

(ابن)

محمد حبیب یار خاں نام اور حبیب علی شاہ عرف تھا۔ سنہ ۱۲۵۰ھ میں بمقام
بلدہ حیدرآباد پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما ہوئی۔ والد بزرگوار احمد یار خاں حکیم الحکماء
محی الدولہ ثالث کی نگرانی اور سرپرستی میں تعلیم و تربیت پاکر اعلیٰ قابلیت حاصل
کی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے پردادا الحاج حکیم محمد جعفر مرحوم شرفائے احمد آباد سے
تھے۔ وہ ایک جید عالم اور فرشتہ خصال ذاکر و شاغل اور تقدس مآب بزرگ تھے
جن کی بزرگی اور علم و فضل کی شہرت پر رئیس دکن میر نظام علی خاں آصفجاہ ثانی
(۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ھ) نے سنہ ۱۱۸۰ھ میں انھیں احمد آباد سے لاکر بڑی عزت و توقیر
اور عقیدت کے ساتھ بلدہ حیدرآباد میں رکھا اور جعفر یار خاں بہادر حکیم الحکماء
محی الدولہ کے خطاب سے مخاطب کرکے ساڑھے تین ہزاری منصب اور مواضعات
جاگیر، دو ہزار سوار اور علم و نقارہ سے سرفراز کیا اور بلحاظ علم و فضل صدارت
امور مذہبی کے اعلیٰ عہدہ پر مامور کیا تھا۔ آصفجاہ ثانی حضرت کا بہت ادب و
احترام کرتے تھے چنانچہ شاہزادہ میر اکبر علی خاں سکندر جاہ کی پہلی سالگرہ سنہ ۱۱۸۳ھ کی

تقریب حسب خواہش آصفجاہ ثانی حضرتؒ کے مبارک ہاتھوں سے ہی انجام پائی۔ مچھلی کمان قریب گلزار حوض حضرتؒ کا دولت خانہ تھا۔ ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں چار افغانان مہدویہ نے حضرتؒ کو خنجر سے شہید کر دیا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادہ عزت یار خاں محی الدولہ ثانی اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے احمد یار خاں محی الدولہ ثالث آصفجاہی سلاطین وقت کے دربار میں بہت ہی معزز و ممتاز اور علم و فضل کے اعتبار سے آبائی خدمات اور مناصب پر فائز رہے۔ ان ہی آخر الذکر بزرگ کے صاحبزادہ حضرت حبیب علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

غرض کہ حضرت حبیب علی شاہؒ علیہ الرحمہ اس خاندان عالیشان کے رکن رکین تھے جہاں دولت اور حشمت، ثروت اور حکومت موروثی اعزاز اور جاگیرداری قدم چوم رہی تھی لیکن حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دنیا کے ان تمام اعزاز اور مراتب اور عیش و آرام کو چھوڑ کر درویشی اختیار کر کے حضرت ابراہیم ادھم رضی اللہ عنہ کا مثالی واقعہ زندہ کر دکھایا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار، عابد و زاہد اور تہجد گزار، ذاکر و شاغل اور جید عالم تھے۔ اخلاق و تواضع اور حلم و مروت میں بے نظیر اور حاجت روائی خلق اللہ میں مشہور زمانہ تھے۔ چہرہ نہایت نورانی اور جملہ صفات حسنہ سے متصف تھے۔ آصفجاہی دور کے زبردست صوفی اور حضرت حافظ خواجہ محمد علی خیرآبادی چشتی القادری خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید صادق اور خلیفہ خاص تھے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بزرگان دین کی زیارت کے شوق میں تقریباً تمام ہندوستان کا سفر کیا۔ بمبئی اور کوکن کے علاقہ میں عوام اور خاص طور پر میمن طبقہ کے لوگ بکثرت مرید تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ غلام صمدانی خاں گوہر مؤلف تزک محبوبیہ بھی حضرتؒ کے مرید تھے

سال میں دو عرس ایک اپنے پیر و مرشد حضرت حافظ محمد علی شاہ خیر آبادیؒ کا ۱۹ ماہ ذی قعدہ کو اور دوسرا عرس اپنے دادا پیر حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کا ۷ ماہ صفر کو خاص اہتمام کے ساتھ بہت شاندار پیمانہ پر ادا فرماتے تھے۔ ان اعراس میں ہندوستان کے طول و عرض سے حضرت کے مرید و معتقد سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوتے اور خلوص و عقیدت کے ساتھ انتظامات عرس میں کافی دلچسپی لیتے تھے سماع سے حضرتؒ کو خاص رغبت تھی۔

حضرت علیہ الرحمہ کا علم و فضل نہایت ہمہ گیر اور مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تصنیف و تالیف اور شعر و سخن سے کافی دلچسپی تھی۔ حبیب تخلص فرماتے تھے۔ حضرت کے ایک بھائی رضا علی شاہ عرف رحمٰن یار خاں تھے۔ جن کی فرمائش پر حضرتؒ نے اردو نثر میں ایک رسالہ "حبیب المریدین" لکھا تھا اس میں تصوف کے علاوہ مختلف سلاسلِ صوفیا کے شجروں کی تفصیلات درج ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۰۵ھ میں بلدۂ حیدر آباد میں چھپ چکی ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے دو دیوان نعتیہ بھی چھپ چکے ہیں جو اکثر میلاد کی محفلوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے ہدایت یار خاں اور حافظ یار خاں تھے اور دونوں بھی شرف بیعت اور خرقۂ خلافت سے سرفراز تھے۔ ان کے علاوہ غلام نبی شاہ، امین الدین شاہ اور سید عبدالوہاب حسینی بھی مشاہیر خلفاءؒ سے ۶ ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ روز پنجشنبہ کو (۷۳) سال کی عمر میں فوت ہوئے ۱۹۰۶ء حضرت کا مزار احمد باغ محلہ ٹل منڈی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ بعد وفات حضرتؒ کے چھوٹے صاحبزادے حافظ یار خاں عرف خواجہ حافظ علی شاہ قائم مقام اور مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے لیکن ۱۳۱۴ھ میں ان کا انتقال ہو چکا اور اب ان کے صاحبزادہ موجودہ سجادہ نشین محمد یار خاں المعروف بہ

خواجہ حبیب علی شاہ ثانی اپنے اسلاف کے جانشین ہیں اور سالانہ عرس کیا کرتے ہیں۔ (دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صفحہ ۳۷، تذکرۂ مخطوطات جلد سوم صفحہ ۳۰۵)

محل وقوع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار معظم جاہی مارکٹ سے نام پلی کو اور عابد روڈ سے اسٹیشن نام پلی کو جانے والی دو شاہراہوں کے درمیان احمد باغ محلہ کشلمنڈی میں واقع ہے۔ ان دونوں شاہراہوں کو ملانے والی درمیانی گلی کوچہ حبیب علی شاہؒ کے نام سے موسوم ہے۔ حضرتؒ کا مزار عالیشان گنبد کے اندر سنگ مرمر کی خوب صورت جالی میں ہے۔ گنبد کی اندرونی وسعت ۲۱ فٹ ۵" انچ مربع ہے۔ گنبد کا اندرونی فرش سنگ مرمر کا ہے اور باہر چاروں طرف سنگ سیلو بچھا ہوا ہے۔ گنبد کے چاروں اسمات میں چار دروازے نصب ہیں۔ گنبد کے عین وسط میں سنگ مرمر کا ، فٹ ۶" انچ لمبا ، ۵ فٹ ۲" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۳" انچ چبوترہ ہے اور اسی چبوترہ پر حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ مزار کے اطراف روضہ کی شکل میں سنگ مرمر کی خوش نما جالی قائم کی گئی ہے۔ گنبد کے اندر برقی روشنی کا انتظام ہے۔

مزار

حضرت علیہ الرحمہ کا مزار مکمل سنگ مرمر کا ہے اور وہ ۸ فٹ ۶" انچ لمبا ۲ فٹ ۳" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۸" انچ اونچا ہے۔

رہائشی مکان اور مینار

درگاہ شریف کے مقابل جنوبی سمت میں رہائشی مکان ہے، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد رہتی سہتی ہے۔ گنبد کی سیڑھیوں کے پاس مشرقی سمت گچی اور سمنٹ کا پختہ مینار تعمیر کیا گیا ہے۔ جس میں گھڑیال نصب کی جائے گی۔

مسجد اور احاطہ

گنبد کے مغربی جانب ایک وسیع مسجد ہے۔ صحن مسجد میں حضرت علیہ الرحمہ کے افراد خاندان دفن ہیں۔ مسجد میں نل اور

برقی روشنی کا انتظام ہے۔

گنبد اور رہائشی مکان مینارہ اور مسجد یہ پورا رقبہ ایک وسیع احاطہ سے محصور ہے اور اس کا باب الداخلہ شرقی سمت میں ہے۔

کتبے

۱۔ سنگ مرمر کے روضہ کی پیشانی پر جنوبی سمت میں حسب ذیل فارسی شعر بخط نسخ کندہ ہے اور اس کو سبز روغن سے نمایاں کیا گیا ہے۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن ؎ من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

۲۔ یہ کتبہ مزار کے چبوترہ پر جنوبی سمت میں بخط نسخ کندہ ہے اور اس بھی سبز رنگ دیا گیا ہے۔

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ؎ سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
تاریخ وصال ۶ ذالحجہ ۱۳۲۳ھ یوم پنجشنبہ

۳۔ حسب ذیل آیات قرآنی اور درود شریف روضہ کی تین سمتوں مشرق و مغرب اور شمال میں بالائی حصہ پر بخط نسخ کندہ اور سبز رنگ میں نمایاں ہے۔

مشرقی سمت	بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد
مغربی سمت	اللھم صلی وسلم علی سیدنا محمد نعتک الاقدس والمظہر الاتم لاسمائک الاعظم بعد تجلیات ذاتک وتعینات صفاتک والاعلی کذالک
شمالی سمت	اللھم صلی وسلم علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما تحب وترضیٰ ربک نصلی علیہ

۴- باب الداخلہ پر حسب ذیل عبارت بخط نسخ لکڑی پر ابھری ہوئی کندہ ہے۔

باب الداخلہ کا مغربی پہلو	باب الداخلہ کا مشرقی پہلو
علیشاہ چشتی نظامی قدس اللہ سرہٗ	حضرت خواجہ حافظ سید محمد حبیب
میرزا محمد مصطفیٰ	گزرانید عبدٗ دوست اد مرتضیٰ

۵- گنبد کے اندر مشرقی و مغربی اور شمالی دروازوں پر کمانی حصے میں چونہ اور گچی کی جالی پر بخط نسخ "یا اللہ" کندہ ہے۔

عرس ہر سال مقررہ تاریخ پر ماہ ذی الحجہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوا کرتا ہے۔ معتقدین اور زائرین آتے ہیں۔ مجلس سماع گرم رہتی ہے۔ حضرت مولانا حبیب علی شاہ ثانی بحیثیت سجادہ و متولی مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

آغا محمد داؤد صحو ابو العلائی

قادری۔ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ۔

پیدائش سنہ ۱۲۴۹ھ بالکنڈہ ضلع نظام آباد — وفات سنہ ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۵ء بلدہ حیدرآباد

——— (۱) ———

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد ایران کے مشاہیر شرفا سے تھے سلاطین قطب شاہیہ کے عہد میں وارد دکن ہوئے اور بالکنڈہ میں بس گئے۔ آصفجاہی سلاطین نے بھی ان بزرگوں کی قدر و منزلت کی اور علاقہ برار میں دو مواضعات بطور جاگیر ڈھائی سو (۲۵۰) روپیہ منصب اور فوجی اعزاز سے سرفراز کیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ الرحمہ سنہ ۱۲۴۹ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔ کمسنی سے ہی فقیر دوست اور صوفی پرست واقع ہوئے تھے۔ دنیاوی تعلقات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار آغا محمد حیدر بن آغا محمد قادر حضرت شاہ محمد حسن محوؔ قادری نقشبندی کے مرید اور خلیفہ تھے

انھوں نے حضرتؒ کی یہ حالت دیکھ کر مرشد کے پاس لیجا کر ان کے قدموں پر ڈالدیا چنانچہ حضرت شاہ محمد حسن علیہ الرحمہ نے آغا صاحب کو سلسلۂ بیعت میں داخل فرمالیا پھر تو حضرتؒ کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا۔ ذکر و شغل زیادہ بڑھ گیا۔ قناعت اور توکل اختیار کر کے کچھ دن رات مرشد کی خدمت میں رہنے لگے۔ خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد درویشی اور عشق الٰہی کا رنگ زیادہ چڑھ گیا تو دنیا سے متنفر ہو کر جنگل اور ویرانہ کو زیادہ پسند کرنے لگے۔ اس وقت حضرتؒ کی عمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس عالم جذب میں حضرتؒ کو نہ کھانے پینے کا خیال تھا اور نہ لباس کی پروا اس طرح تقریباً بارہ سال تک حضرتؒ نے جوار کی روٹی اور بغیر نمک کی دال پر دن گزارے۔ گوشت مطلق نہیں کھایا۔ مرشد پر فریفتہ تھے۔ ان کی خدمت کو فرض عین سمجھتے تھے اور بہت مؤدب و خائف رہتے تھے۔

حضرت آغا رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش رو اور خوش وضع، بلند قامت اور کشادہ پیشانی، رنگ سرخ و سفید اور آنکھیں نشیلی، گھنی داڑھی اور فربہ اندام تھے۔ لباس بالکل معمولی اور سادہ یعنی کھادی کی ٹوپی اور کرتہ اور موٹے رومال کا تہہ بند ہوتا تھا۔ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو لٹ پٹی دکھنی وضع کی دستار دانگرکھا اور ٹخنہ سے اونچا پاجامہ پہنتے تھے۔ والد بزرگوار حضرت آغا محمد حیدرؒ کے انتقال کے بعد موروثی منصب بحال اور خاص مسند سلطانی پر حضرت علیہ الرحمہ کی نشست مقرر ہوئی تھی لیکن حضرتؒ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ شغل باطنی کی طرف زیادہ مائل تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدرسہ یتامیٰ قائم کیا تھا جس میں دینیات کی مفت تعلیم دی جاتی تھی اور خود تعلیم دیتے تھے۔ مریدوں سے جو کچھ نذرانہ

وصول ہوتا اس سے یتیموں کی خوراک اور لباس کا انتظام فرماتے تھے۔ مرشد کا سالانہ عرس بڑی دھوم سے کرتے تھے۔ ہزاروں لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے مُرید اور معتقد تھے۔ سلسلہ چشتیہ وقادریہ اور نقشبندیہ میں مُرید کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۰۱ھ میں بیرون درگاہ راستہ کی شمالی بڑی کمان اور سنہ ۱۳۲۲ھ میں کمان آغا پورہ حضرت علیہ الرحمہ نے ہی تعمیر کروائی۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت خوش اخلاق اور فراخ دل، صاحبِ مروت اور کشادہ دست، پابند صوم وصلوٰۃ اور صاحب کشف وکرامات، علماء کے قدرداں اور راگ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ دسترخوان پر ہر وقت دس بیس مہمان اور غریب شریکِ طعام رہتے تھے۔ مریدوں کے ساتھ دوستوں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔ شعر وسخن سے خاص مذاق تھا۔ صحو تخلص فرماتے تھے۔ حضرتؒ کا کلام نعتیہ اور مضامین تصوف سے متعلق ہوتا تھا۔ حضرتؒ کے خرقِ عادت کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ ۲۲ جمادی الثانی کو حضرت شاہ محمد حسنؒ کے عرس کے دن حضرت کے ایک مرید محمد ابراہیم خاں صادق صدیقی وکیل صبح پانچ بجے نماز فجر کے بعد ہی حضرت سے ملنے آئے۔ حضرت ابھی حجرہ سے باہر تشریف نہیں لائے تھے اور بھی چند لوگ مشتاق دیدار وہاں منتظر کھڑے تھے۔ وکیل صاحب اس خیال میں وہاں سے لوٹے کہ حضرت کے باہر نکلنے میں ابھی دیر ہے۔ جب تک میں درگاہ شریف کی زیارت سے فارغ ہو کر آجاؤں گا۔ جب چلنے لگے تو دیکھتے ہیں کہ ایک پانچ چھ سالہ بچہ بھی ساتھ ساتھ باتیں کر رہا ہے۔ جب وہ دونوں درگاہ شریف کے پاس پہنچکر قدم بوسی کو جھکے تو دیکھا کہ حضرت پیر ومرشد آغا داؤد علیہ الرحمہ اپنے معمولی لباس اور قد وقامت میں موجود ہیں۔ وکیل صاحب

فوراً قدم چوم لئے تو حضرت مسکرانے لگے"۔

۱۵ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۵ء روز پنجشنبہ کو شام کے چار بجے بعارضہ سرطان (۵۷) سال کی عمر میں جنت کو تشریف لے گئے۔ دوسرے دن بعد نماز جمعہ مکہ مسجد میں نماز جنازہ ادا ہوئی۔ نماز جنازہ میں شہریار دکن نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس بنفس نفیس شریک ہوئے۔ بعد نماز درگاہ حضرت شاہ محمد حسن علیہ الرحمہ واقع محلہ آغا پورہ میں پیر و مرشد کے پائین مزار دفن ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ آغا محمد حسن عرف صاحب میاں تھے جو بعد پدر بزرگوار (۲۰) سال کی عمر میں قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔ مشہور شاعر حضرت رضی الدین حسن کیفیؔ نے حسب ذیل تاریخی قطعہ لکھا تھا۔

پانزدہ از ربیع الاول بود	شبلیٔ وقت رفت زیں عالم
گفت تاریخ وصل او کیفی	آغا داؤد قطب عالی اسہم

۱۳۲۲ھ

موجودہ وقت میں مولانا آغا محمد داؤد ثانی خلف حضرت آغا محمد قاسم مسند رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔ سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔

(دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم ص۱۶۳، تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ص۱۳۹، پیران طریقت ص۱۰۱، حالات شاہ محمد حسنؒ ص۱۱)

محل وقوع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گنبد شاہ محمد حسن علیہ الرحمہ کے بیرونی جنوبی حاشیہ پہ پیر و مرشدؒ کے ٹھیک پائیں میں واقع ہے موجودہ حالت میں اس جگہ سجادہ نشینوں کی تین قبریں ہیں درمیانی مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرتؒ کے مزار کے مشرقی جانب کی قبر ان کے صاحبزادہ آغا محمد حسن عرف صاحب میاں کی ہے اور مغربی سمت کی قبر حضرت کے پوتے آغا

محمد قاسم عرف قاسم میاںؒ کی ہے۔

مزار حضرتؒ کا مزار گچی کا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ وہ ۷ فٹ ۲ انچ لمبا ۴ فٹ ۵ انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۱۴ تا ۱۶ ماہ ربیع الاول کو پابندی سے ہوا کرتا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مریداور معتقد شریک ہوکر سعادت حاصل کرتے ہیں۔ کھیل تماشوں کی دکانیں لگتی ہیں۔ تین ۳ روز تک میلہ لگا رہتا ہے۔ نل اور برقی روشنی کا خاصہ انتظام ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

صاحب میاں رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۹۷ھ بلدہ حیدرآباد   وفات ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء بلدہ حیدرآباد

آغا محمد حسن نام اور صاحب میاں عرف تھا۔ شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ نہایت ذہین اور فرہیں تھے اس لیے سترہ ۱۷ سال کی عمر میں ہی علوم دین یعنی قرآن وحدیث اور تفسیر و فقہ میں کامل ہوگئے اپنے والد بزرگوار حضرت آغا محمد داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۳ھ میں اپنے چھوٹے بھائی آغا محمد قادر کی صاحبزادی سے ان کا عقد بھی کردیا جن سے آغا محمد قاسم عرف قاسم میاںؒ کی پیدائش ہوئی۔ ستائیس ۲۷ برس کے ہوئے تو ۲۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کو والد بزرگوارؒ کے مرید ہوکر سلسلۂ قادریہ اور چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں خلافت حاصل کی چنانچہ اس بیعت و خلافت کے بعد ہی حضرت علیہ الرحمہ کی طبیعت یکایک پلٹ گئی اور دنیا سے متنفر ہوکر خلوت پسندی اختیار کرلی۔ ریاضت اور مجاہدہ،

شب بیداری اور مراقبہ ہر وقت کا مشغلہ بن گیا۔ طرفہ یہ کہ پیر و مرشد کی توجہ باطنی سے فیض یاب ہو کر شراب معرفت کے نشہ میں ایسے مست و سرشار ہو گئے کہ بقول جامی علیہ الرحمہ "عمر ایں قدر مستم کہ از چشم شراب آید بیروں" کا مصداق بن گئے تھے۔

ماہ رجب ۱۳۲۶ھ میں آگرہ اور اجمیر شریف کا سفر کیا اور پیرانِ طریقت کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن لوٹے۔ چنانچہ اس سفر سے واپسی کے بعد ہی تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد تقریباً ڈھائی سال مسند ارشاد پر رہکر آخر کار اسی بخار سے ۱۴ ماہ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء کو عین عالم شباب میں بعمر (۲۹) سال اللہ پاک سے جا ملے اور والد بزرگوار علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت کے اکلوتے صاحبزادہ آغا محمد قاسم میاںؒ تھے جو بعد میں حضرتؒ کے قائم مقام ہوئے۔ شوقؔ نامی کسی شاعر نے حسب ذیل فارسی قطعہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات کہی ہے ؎

باستاد با صد ہزاراں ادب ٭ کہ رضواں زبہر سلام حسنؒ
بگو شوقؔ سال وصالش کہ شد ٭ بہ پہلوئے آغاؒ قیام حسنؒ

(۲۶ ۱۳ ھ) (جدید)

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گنبد حضرت شاہ محمد محسن نحوؒ رحمۃ اللہ علیہ کے جنوبی حاشیہ پر والد بزرگوار حضرت آغا محمد داؤد صحوؒ کے مزار کے شرقی جانب بائیں پہلو میں واقع ہے۔ مزار گچی پختہ ہے اور اطراف کا حاشیہ سنگ بستہ ہے وہ ۶ فٹ ۱۰ انچ لمبا ۳ فٹ ۸ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۶ انچ اونچا ہے۔

عرس ہر سال ۱۴ شعبان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ سالانہ ہوتے ہیں

قوالی ہوتی اور مزار شریف کو غسل دیکر غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

اِفتخار علی شاہ چشتی وطن رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۴۵ھ گولکنڈہ — وفات ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۷ء بلدہ حیدرآباد

—————— (۶۵) ——————

یہ نجیب الطرفین بزرگ جو سلسلۂ چشتیہ کے بلند پایہ مرشد اور صوفی عالی مقام تھے قلعہ محمد نگر گولکنڈہ میں ۹ ماہ رمضان المبارک ۱۲۴۵ھ کو اتوار کے دن افطار کے وقت پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ ابھی سات برس کے بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ والد بزرگوار حضرت میر کاظم علیؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا والدہ محترمہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ فرمائی اور ان ہی کی سرپرستی میں پروان چڑھے۔ سن شعور کو پہنچے تو علامہ جلال الدین سے مثنوی شریف کا درس لیا اور علم عروض میں حافظ میر شمس الدین فیض علیہ الرحمہ سے فیض حاصل کیا۔ علم حقائق اور تصوف میں مولانا میر فتح علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ غرض کہ تھوڑے عرصہ میں علوم معقول اور منقول کے جید عالم اور زبردست محقق بن گئے۔

عین عالم شباب میں تلاش حق کا رنگ چڑھا تو مرشد کامل کی تلاش شروع ہوئی اور سالہاسال ریاضت الٰہی میں گذار دیے۔ آخر کار حضرت اکبر علی شاہ علیہ الرحمہ خلیفہ مولانا نور الابصارؒ کے جن کا مزار محلہ سلطان شاہی میں واقع اور تکیۂ اکبر علی شاہ کے نام سے موسوم ہے۔ سلسلۂ چشتیہ میں مرید اور خلیفہ ہوگئے۔ اس کے بعد سلسلۂ قادریہ اور نقشبندیہ میں حضرت محبوب علی شاہ

الہ آبادی سے شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا لیکن میلان طبع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ چشتیہ کی طرف زیادہ تھا اور اسی سلسلے میں اکثر مرید کیا کرتے تھے غرضکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ شہر حیدرآباد کے ممتاز مشائخین اور سربرآوردہ صوفیائے کرام سے تھے۔ اپنے ذاتی مکان واقع چیلہ پورہ بلدہ حیدرآباد میں سکونت رکھتے تھے۔ احکام شریعت کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ بہت ہی ذاکر وشاغل اور تہجد گزار تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ ریاضت شاقہ اور اعتکاف میں گذرا۔ پیر و مرشد کے اس قدر دیوانہ اور شیدا تھے کہ فنافی الشیخ کے درجہ کو پہنچ گئے تھے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف شب و روز کا بہترین مشغلہ تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید اور شاگرد تھے۔ شعر و سخن سے خاص مذاق تھا۔ وطن تخلص فرماتے تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے متعدد کتابیں لکھیں جو مقبول عام ہوئیں مثلاً سفر در وطن، دیوانِ وطن، ارشادات وطن وغیرہ۔ حضرت کی آخری غیر مطبوعہ تصنیف "صبح وطن" ہے جو آج تک محتاج اشاعت ہے۔

۹ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۷ء کو اتوار کے دن افطار کے وقت (۷۷) برس کی عمر پا کر اپنے مکان واقع چیلہ پورہ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ دوسرے دن بوقت ظہر محلہ "رازدار خاں پیٹ" میں دفن ہوئے۔ اب یہ مقام جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گنبد ہے "چشتی چمن" کے نام سے موسوم اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ "سید شاہ افتخار علی المدنی" سن عیسوی میں حضرت کا مادہ سال وفات ہے

یہ عجیب بات ہے کہ اتفاق سے حضرت کی پیدائش اور وفات کا مہینہ اور تاریخ، دن اور وقت بالکل ایک ہی واقع ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ معین اللہ حسینی اور خواجہ فرید اللہ حسینی۔ چنانچہ بعد وفات حضرت کے بڑے صاحبزادہ سید خواجہ معین اللہ حسینی جانشین اور سجادہ ہوئے

جن کا ۱۳۳۸ھ میں وصال ہو چکا اور اب ان کے صاحبزادہ مولانا الحاج سید ولی اللہ حسینی چشتی مسند رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔ ممدوح ایک اچھے خطیب اور واعظ ہیں۔

(دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صـ۶ـلم حیات اسکین صـ۲)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا گنبد محلہ لازدار خاں پیٹھ کے شمالی جانب "چشتی چمن" میں واقع ہے۔ گنبد ایک وسیع اور بلند ۵۱ فٹ ۸" انچ مربع چبوترہ پر ہے۔ گنبد کا اندرونی میدان ۱۵ فٹ ۵" انچ مربع ہے فرش باریک گچی کا ہے۔ اس کے تین اسمات شمال جنوب اور مشرق میں دروازے نصب ہیں۔ مغربی سمت میں دریچہ نصب ہے۔ گنبد میں برقی روشنی کا انتظام ہے

مزار گنبد کے اندر سنگ مرمر کے چبوترہ پر واحد مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ چبوترہ ۸ فٹ ۵" انچ لمبا ۵ فٹ ۲ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۲" انچ بلند ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گچی کا پختہ بنا ہوا ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۵" انچ لمبا ۳ فٹ ۱۰" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۷" انچ اونچا ہے۔ مزار کے اطراف میں لکڑی کا جالیدار چوکھٹا (کٹھرا) لگایا گیا ہے اور وہ ۸ فٹ ۱۰" انچ لمبا ۶ فٹ ۳" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۶ انچ اونچا ہے۔

مسجد اور خانقاہ گنبد کے مشرقی سمت چھوٹی سی ایک خانقاہ اور ایک مسجد واقع ہے۔ خانقاہ میں عرس شریف کے موقع پر مجلس سماع اور ختم خوانی ہوتی ہے۔ مسجد روزانہ پانچ وقت کی اذاں اور نماز سے آباد ہے۔

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مقررہ تاریخ وفات ۹ ماہ رمضان کو پابندی سے ہوا کرتا ہے۔ زائرین اور معتقدین کافی تعداد میں

جمع ہوتے ہیں۔ مختصر میلا لگتا ہے۔ موجودہ متولی وسجادہ نشین مولانا الحاج سید شاہ ولی اللہ حسینی چشتی درگاہ شریف کے احاطہ میں ہی تشریف رکھتے ہیں۔ نل اور بجلی کی سہولت کی وجہ سے عوام اور زائرین کو آرام ملتا ہے یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

میر شمس الدین علیؒ رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۵۷ھ / ۱۸۳۹ء بلدہ حیدرآباد　　وفات ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء بلدہ حیدرآباد

شہر حیدرآباد کے مشہور نواب اور ممتاز جاگیردار سادات گھرانے سے ان بزرگ کا تعلق تھا۔ سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے امام ہشتم حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کو پہنچتا تھا۔ حضرتؒ کے جد اعلیٰ میر جمال الدین علیخاں احسن اللہ دولہ دربار دہلی کے ایک معزز رکن خطاب خانی وبہادری سے ممتاز اور سپہ سالار افواج مغلیہ تھے۔ جمال الدین علیخاں کے پوتے نواب میر حسین علی خاں بزمانہ رئیس دکن نواب سکندر جاہ آصف جاہ سوم (۱۲۱۸ھ تا ۱۲۴۴ھ) بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور وہ اپنے علم وفضل اور خاندانی اعزاز کے لحاظ سے ولیعہد وقت ناصر الدولہ کے اتالیق اور مصاحب بنکر نواب فرخندہ یار جنگ کے خطاب اور جاگیر ومنصب سے سرفراز ہوئے۔ نواب ممدوح کے بیٹے نواب میر خیر الدین علیخاں اور ان کے صاحبزادہ حضرت میر شمس الدین علی خاں رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ ۱۲۵۷ھ میں محلہ دبیرپورہ بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ مذہبی اور ابتدائی درسی تعلیم والد بزرگوارؒ کی نگرانی اور سرپرستی میں حاصل کی۔ حافظہ بہت قوی تھا اور شروع ہی سے مذہبی تعلیم کی طرف زیادہ رجحان تھا

اس لئے بہت جلد حافظ قرآن بن گئے اور مشاہیر علمائے وقت سے فیض حاصل کر کے کچھ ہی عرصے میں عربی و فارسی کے جید عالم اور علم تصوف میں کافی مہارت پیدا کر لی۔ جاگیر و منصب اور خاندانی امارت کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسب و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بے مثال و بے نظیر تھے۔ بہت ہی متقی اور پرہیزگار ذاکر و شاغل اور صاحب وجد و حال، شب بیدار اور صاحب کیفیت بزرگ تھے۔ حج بیت اللہ اور زیارت مدینۂ طیبہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ خدا طلبی کے شوق میں مرشد کامل کی تلاش شروع ہوئی تو حضرت شاہ محمد حسن محو رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلۂ ابوالعلائیہ میں بیعت حاصل کر کے جاگیر و منصب سے بے تعلقی اختیار کی اور شب و روز پیر بے نظیر کی صحبت بابرکت میں حاضر رہ کر نعمت روحانیت سے مستفیض ہونے لگے۔ پیر و مرشد کو بھی حضرتؒ سے خاص انس تھا۔

۱۲ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ کے جلسۂ سماع میں حضرت شاہ محمد حسن محو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو خاص مریدوں یعنی حضرت شمسؒ اور حضرت آغا داؤد محو رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرما کر دونوں کو بیک وقت سلسلۂ ابوالعلائیہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور خاص طور پر حضرت شمسؒ کو اپنے سر کا تاج پہنا کر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ:
"یہ سید حافظ اور صوفی ہیں اور یہ اس کے اہل ہیں۔ انگشت شہادت اور انگشت درمیانی کی طرح یہ دونوں (حضرت شمسؒ، حضرت محوؒ) ہیں۔ ان دونوں کو میرا قائم مقام سمجھو۔ مرشد کامل کی نظر کیمیا اثر نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ درویش کامل بنکر دیوانہ وار مرشد کی خدمت میں رہنے لگے۔ چنانچہ مرشد کے وصال کے بعد گھر بار چھوڑ کر حضرتؒ نے درگاہ کی مسجد کے متصلہ حجرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ غذائی سامان خود بازار سے خرید کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے پکا کر کھاتے تھے۔

غرض کہ حضرت شمس رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے درویش کامل اور صوفی واصل تھے

تمام علوم ظاہری و باطنی کے زبردست ماہر تھے۔ زیارتِ قبور کا بہت شوق تھا۔ مرید بہت کم کرتے تھے۔ غریبوں اور مریدوں کے پاس بہت خلوص سے تشریف لے جاتے تھے۔ طبیعت میں عجز و انکساری بدرجۂ اتم تھی۔ سلام میں ہمیشہ تقدیم کرتے تھے۔ اکثر اوقات حضرت ؒ پر وجد و حال کی کیفیت طاری رہا کرتی تھی۔

۴ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء کو ستر برس کی عمر میں بعہد نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس "اللہ ھو" کے ذکر کے ساتھ حضرت علیہ الرحمہ کا وصال ہوا اور پیر و مرشد حضرت شاہ محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ کے گنبد کے قریب جانب مغرب حوض سے متصل دفن ہوئے۔ باقیات الصالحات میں حضرت ؒ کے دو صاحبزادے میر احمد الدین علیخاں اور میر نور الدین علی خاں تھے جن کی اولاد شہر حیدرآباد میں آج بھی موجود ہے۔ چنانچہ نواب میر سراج الدین علی خاں بی اے منتظم سنٹرل ریکارڈ آفس حضرت شمس رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی پوتے ہوتے ہیں۔

حضرت شمس ؒ اگرچیکہ صاحبِ اولاد تھے اور اولاد بھی نیک بخت اور تعلیم یافتہ تھی لیکن حضرت ؒ نے محض اس خیال سے کہ علم باطن کی امانت سنبھالنے کے لیے ایک درویش کی ضرورت ہے۔ لہذا اپنے مرید خاص حضرت سید اسد اللہ عرف اسد میاں کو خلافت دیکر اپنا جانشین بنایا تھا اور اسد میاں نے اپنے جواں سال صاحبزادہ صوفی میاں کو خلافت دی تھی جو ناکتخدا حالت میں فوت ہو گئے۔

(جدید)

محل وقوع حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شاہ محمد حسن رحؒ کے گنبد اور مسجد کے حوض کے درمیان واقع ہے۔ ان کے بائیں میں شرقی مزار حضرت ؒ کے خلیفہ و جانشین اسد میاں ؒ کا ہے اور مغربی مزار اسد میاں کے جواں سال صاحبزادہ صوفی میاں کا ہے جو ناکتخدا فوت ہوئے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار پختہ سنگ بستہ ہے۔ تعویذ گچی کا ہے۔ مزار ۷ فٹ ۲ انچ لمبا ۴ فٹ ۱۰ انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔

عرس ہر سال ۱۴ ربیع الاول کو حضرت کا عرس ہوا کرتا ہے۔ عصر سے مغرب تک مجلس سماع ہوتی ہے۔ مزار کو غسل دیا جاتا ہے اور صندل کے بعد غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ مراسم عرس وارث طریق متولی وسجادہ نشین درگاہ شاہ محمد حسن ادا کرتے ہیں۔

کملی والے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ـــــ شہر حیدرآباد وفات ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۰ء شہر حیدرآباد

(۲)

حافظ محمد اسمٰعیل نام اور کملی والے شاہ عرف تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے باپ دادا کا وطن بیدر تھا۔ چنانچہ ان کے والد بزرگوار محمد حفیظ بعہد رئیس دکن نواب ناصر الدولہ آصفجاہ چہارم بیدر سے بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور ایک شریف گھرانے کی خاتون سے عقد کر کے ہمیشہ کے لیے یہیں رہ گئے۔

شاہ صاحب علیہ الرحمہ بلدہ حیدرآباد ہی میں پیدا ہوئے اور یہاں تعلیم و تربیت پاکر پروان چڑھے۔ بہت ذہین اور ذکی تھے حافظہ خداداد تھا۔ بہت جلد قرآن شریف حفظ کر لیئے۔ ابتدأ نواب سر خورشید جاہ امیر پائیگاہ کے یہاں سپاہیوں میں ملازمت اختیار کی۔ لیکن طلب حق کا جذبہ جو باطن میں موجزن تھا وہ کسی طرح کم نہ ہوا اور مرشد کامل کی جستجو میں سرگرداں رہے۔ آخر کار حضرت محمد عثمان نقشبندی خلیفہ وجانشین حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی مجددی کی خدمت میں آکر سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں بیعت حاصل کرلی عرصے تک

مرشد کی خدمت میں رہکر روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں طبیعت نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ ملازمت کو چھوڑ کر دیوانوں کی طرح بازاروں اور گلیوں میں پھرنے لگے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر کمبل ہوتی تھی کسی کا نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے عمر بھر سواری میں بیٹھنے سے احتیاط کی۔ جو شخص ایک دفعہ حاضر ہو کر ملاقات کرتا اس کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ حضرت شاہ آغا داؤد ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت علیہ الرحمہ کے ہم عصر تھے بارہا اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو شہر حیدرآباد میں کوتوالی (کمشنر پولیس) کی خدمت باطنی کی عزت حاصل تھی۔ چنانچہ عوام نے اکثر و بیشتر یہ دیکھا بھی کہ دن اور رات کا زیادہ حصہ حضرتؒ کا پولیس کے تھانوں پر گذرتا تھا۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء کو حضرتؒ واصل بحق ہوئے۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی اور رئیس وقت نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس نے مکہ مسجد سے چار مینار تک جنازہ کو کندھا دیا اور محلہ دبیرپورہ میں دفن ہوئے۔ حضرتؒ کے صاحبزادے محمد نذیر عرف بلالی شاہ چشتی نظامی تھے جو بعد میں قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔

موجودہ متولی و سجادہ مولوی محمد بشیر چشتی نظامی ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار محلہ دبیرپورہ میں ایک پختہ چوکھنڈی کے اندر واقع ہے۔ یہ چوکھنڈی تقریباً مربع صورت میں ہے۔ وہ شرقاً غرباً ۲۲ فٹ ۴ اور شمالاً جنوباً ۲۱ فٹ ۳ انچ ہے اس کی ہر سمت میں ایک دروازہ ہے اور اندرونی فرش سنگ سیلو کا ہے۔ ۱۳۴۸ھ میں فرمانروائے وقت آصفجاہ سابع نے یہ پختہ چوکھنڈی تعمیر کروائی۔

مزارات چوکھنڈی میں دو قبریں ہیں۔ درمیانی قبر کملی والے شاہؒ کی ہے جو ۶ فٹ

لمبی ۴ھ انچ چوڑی اور ۲ فٹ ۶ انچ اونچی ہے۔ قبر پختہ گچی کی ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ حضرتؒ کے پائیں جنوب و مغربی گوشے کی قبر حضرت کے صاجزادے بلاقی شاہ چشتی نظامی کی ہے۔

کتبہ چوکھنڈی کی مشرقی دیوار کی بیرونی سطح پر دائیں جانب سنگ سیلو کا حسب ذیل کتبہ بزبان انگریزی کندہ اور نصب ہے۔

DARGAH HAZARAT
KAMLi SHAH SAHiB

عرس حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ہر سال ۲۰، ۲۱ محرم کو ہوتا ہے۔ عقیدت مند حضرات عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ گنجان آبادی اور بازار کی وجہ سے چہل پہل میں کافی اضافہ ہوجاتا ہے۔ موجودہ متوّلی کی سکونت درگاہ شریف سے ملحق شمالی جانب ایک مکان میں ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے ماہانہ مصارف عود و گل کے لیے رئیس دکن نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ سابع نے سنہ ۱۳۴۰ھ میں اپنے خزانۂ خاص سے (۲۵) روپیہ مقرر کردیے ہیں۔

سیّد عمر خلیق رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء بلدہ حیدرآباد — وفات سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء بلدہ حیدرآباد

سیّد محمد عمر نام اور خلیق تخلص تھا۔ نسب کا شجرہ اس طرح ہے۔
سیّد محمد عمرؒ ابن میر سیّد درویش علی المعروف سیّد محمد بادشاہ حسینیؒ ابن میر حیدر علی ابن سیّد اولیا ابن سیّد معین الدین بن سیّد محی الدین بن سیّد

اولیاء[7] بن سید حسین[8] بن سید راج محمد[9] بن سید محمد[10] بن سید عبدالجبار[11] بن سید عبدالغفار[12] بن سید ابوطالب[13] بن سید نور[14] بن سید ابراہیم[15] عبدالغفار بن سید ابوطالب[16] بن سید نور[17] بن سید حسن[18] بن سید یحییٰ[19] بن سید محمد[20] بن سید احمد[21] بن سید صالح[22] بن سید سعد[23] بن سید موسیٰ[24] ابرقع بن حضرت سیدنا[25] امام محمد تقی متقی رضی اللہ عنہ۔

۱۷ ماہ ربیع الثانی ۱۲۶۳ھ کو محلہ قاضی پورہ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے کمسنی میں والدین کا انتقال ہوجانے سے اپنے حقیقی بڑے بھائی حضرت سید محمد صدیق عرف خواجہ میاں رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ رہے ان ہی سے ابتدائی تعلیم پائی۔ قرآن شریف حفظ کیا اور ان ہی سے سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ بہشتیہ میں بیعت وخلافت حاصل کی لیکن سلسلہ عالیہ قادریہ کی طرف زیادہ رجحان تھا اور اسی سلسلے میں اکثر مرید کیا کرتے تھے۔ تفسیر اور حدیث ادب اور منطق میں علامہ امیر احمد کوہاٹی سے درس لیا تو فن تجوید میں استاد القراء قاری سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ بنوٹ ونشان اندازی کو سید قادر بادشاہ سے

عـ۱ یہ بزرگ بعہد نواب میر نظام علی خاں آصفجاہ ثانی (۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸) برہان پور سے بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ، ہمت وشجاعت اور فنون سپاہ گری میں کامل ہونے کی وجہ سے خطاب خانی اور منصب سلحداری عیانہ وپالکی اور دربار شاہی سرفراز تھے۔

عـ۲ امام ہشتم حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ تھے۔ ۱۰ رجب ۱۹۵ھ کو جمعہ کے دن مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۶ ماہ ذی الحجہ ۲۲۰ھ کو منگل کے دن ہوا صل بحق ہوکر کاظمین بغداد شریف میں دفن ہوئے۔ حضرت کی کنیت ابو جعفر تھی۔ باوجود کم عمری کے آپکے علم وفضل اور زہد وکمال کو دیکھ کر خلیفہ مامون الرشید نے اپنی صاحبزادی ام الفضل کو آپ کے عقد نکاح میں دیا تھا۔

درس لیا تو فن تجوید میں استاد القراء قاری سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ بنوٹ و نشان اندازی کو سید قادر بادشاہ سے اور فن کشتی کو اپنے حقیقی منجھلے بھائی میر احمد علی سے سیکھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قد میانہ اور رنگ گندمی، کتابی چہرہ اور ستوان ناک پیشانی بلند اور آنکھیں نشیلی، کشادہ ابرو، فراخ سینہ، سڈول جسم اور سر میں زلفیں، گھنی داڑھی اور چہرہ نورانی تھا۔ لباس بہت معمولی ہوتا تھا۔ کھادی کا جو بغلہ اور کھادی کی گول ٹوپی۔ اکثر تہمد باندھتے اور نعلین استعمال کرتے تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت خوش مزاج اور خوش اخلاق واقع ہوئے تھے۔ عالم باعمل اور صاحب تصنیف و تالیف تھے شعر و سخن سے کافی دلچسپی تھی خلیق تخلص فرماتے تھے۔ فن تجوید میں شاطبی کا ترجمہ اس طرح کیا کہ ہر شعر کو شعر ہی پر ختم کیا۔ قرآن شریف کے پہلے پندرہ پاروں کی تفسیر مکہ مسجد کے وعظ میں زبانی ختم فرمائی اور بعد کے پندرہ پاروں کی تفسیر "تفسیر قادری" کے نام سے ۱۳۱۹ھ سے مسلسل کئی سال تک ماہانہ رسالہ کی صورت میں شائع فرماتے رہے۔ حضرت تاج الدین ابن عطاء اللہ اسکندری متوفی ۷۰۹ھ کی مشہور کتاب "تاج العروس" کا ترجمہ "رہبر طریقت" کے نام سے اور مسائل ترکہ سے متعلق سلیس اردو زبان میں منظوم رسالہ "فرائض قادری" کے نام سے شائع کیا۔

۲۰ ماہ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء جمعہ کو آدھی رات کے بعد (۴۹) برس کی عمر میں مرض طاعون سے انتقال ہوا۔ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی۔ فلک نما کے قریب اپنی حاصل کی ہوئی زمین پیٹھ موسوم بہ "قادر چمن" میں دفن ہوئے۔ "انتخاب اولیا" حضرت کا مادہ سال رحلت ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ۱۳۱۲ھ میں سید شاہ اسد اللہ حسینی قادری جنیری (پونا) کی منجھلی صاحبزادی حضرت امۃ المجید بیگم سے سکندر آباد میں ہوا تھا

جن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ سید محمد بادشاہ حسینی لئیق اور سید زین العابدین امتہ الفاطمہ محل مولانا سید فضل الرحمن شطاری اور امتہ المحمدی محل مولانا مفتی میر اشرف علی۔ چنانچہ بعد وصال حضرت کے بڑے صاحبزادہ الحاج مولانا سید محمد بادشاہ حسینی قادری لئیق مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے۔ (دیکھو تذکرہ اولیائے دکن جلد دوم ص۱۰۱ گلدستہ تجلیات ص۲۴۶ اولیائے دکن اور قرآن ص۵۲)

(حیات طیبہ ص۔)

محل وقوع

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار فلک نما کے قریب قادری چمن کے احاطہ میں ایک وسیع چبوترہ پر بغیر چھت کی کھلی چوکھنڈی کے اندر واقع ہے چبوترہ شرقاً غرباً (۱۰۵) فٹ لمبا شمالاً جنوباً ۳۸ فٹ ۹ انچ چوڑا اور سطح زمین سے ۲ فٹ ۹ انچ بلند ہے۔ پورا چبوترہ فرش سیلو سے آراستہ ہے اس کی شمالی اور جنوبی سمت میں سات سات اور مشرقی و مغربی سمت میں پانچ پانچ کمانیں ہیں۔ اس طرح یہ وسیع چبوترہ جملہ (۲۴) کمانوں اور شرقاً غرباً تین دالانوں پر مشتمل ہے۔ درمیانی دالان بغیر چھت کا ہے اور اسی حصہ میں حضرت علیہ الرحمہ کے مزار کی کھلی چوکھنڈی اور دوسرے تین قبور ہیں۔ چبوترہ سے متصل شمالی حصہ میں چنبیلی کا درخت ہے۔ جو چوکھنڈی پر پھیلا ہوا ہے اور اسی درخت کے قریب نل ہے۔

چوکھنڈی

یہ پختہ اور بغیر چھت کی کھلی چوکھنڈی چبوترہ کے درمیانی دلان میں ہے۔ چوکھنڈی ۱۴ فٹ مربع سنگ بستہ اور فرش سیلو سے آراستہ ہے۔ اس کے شمالی اور جنوبی سمت میں تین تین ستون کھڑے ہوئے ہیں جن پر چنبیلی کا منڈوا پھیلا ہوا ہے۔ چوکھنڈی کے اندر برقی روشنی کا انتظام ہے۔ چوکھنڈی میں دو مزار ہیں۔ بائیں جانب کا مشرقی مزار حضرت کی اہلیہ محترمہ کا ہے۔

مزار

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ۹ فٹ لمبا ۵ فٹ ۲ انچ چوڑا اور

ایک فٹ ۸ انچ بلند ہے۔ درمیانی تعویذ سادہ مٹی کا ہے جس پر سبزہ اُگا ہوا ہے مزار کے حاشیہ پر سنگ خارا کی سلیں نصب ہیں۔

آبدار خانہ و سماع خانہ اور حوض مزار کے سرہانے چبوترہ سے کچھ فاصلہ پر پختہ آبدار خانہ بنایا گیا ہے جس میں عرس شریف کے موقع پر پانی کے کونڈے اور مٹکے رکھے جاتے ہیں مزار کے غربی جانب سماع خانہ اور حوض ہے۔ زائرین اور مصلیوں کی سہولت کی خاطر حوض میں ہر وقت پانی بھرا رہتا ہے۔

رہائشی مکانات سماع خانہ اور حوض سے متصل جنوبی سمت میں متعدد خانگی رہائشی مکانات ہیں جن میں متولی اور ان کے متعلقین وغیرہ رہتے ہیں۔

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۱۹ تا ۲۱ ماہ صفر کو پابندی سے ہوا کرتا ہے۔ سہ روزہ تقاریب یعنی صندل چراغاں اور ختم قرآن شریف نہایت خوش اسلوبی سے انجام پاتے ہیں۔ مجلس سماع گرم رہتی ہے عوام اور معتقدین کثرت سے شریک ہوتے ہیں۔ جنگل میں منگل معلوم ہوتا ہے۔ عرس کا آخری دن یوم خواتین (مینا بازار) ہوا کرتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

حضرت سیّد محمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش — بغداد شریف　　وفات ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء بلدہ حیدرآباد

(۱)

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد اور نقیب الاشراف پیر سید عبدالرحمٰن گیلانی سجادہ نشین دربار غوثیہ کے حقیقی بھانجے تھے۔ شہر حیدرآباد

حضرتؒ کی تشریف آوری کا واقعہ اس طرح ہے کہ :- رئیس دکن نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس نے حضرت نقیب الاشراف کی خدمت میں ایک خط روانہ کیا کہ :- "یہ گنہگار حضرت کی قدم بوسی کے لئے بہت بے چین ہے۔ لیکن سیاسی حالات اور رعایا کی ذمہ داریاں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ ازراہ مہربانی کچھ دنوں کے لئے حضرت اپنے قدوم میمنت لزوم سے ملک دکن کو زینت بخشیں یا کم از کم کسی صاحبزادے کو بھجوائیں تو عین کرم ہوگا" چنانچہ اس خط کی بنا پر حضرت نقیب الاشراف نے اپنے بھانجے حضرت سید محمدؒ کو حیدرآباد دکن جانے کا حکم دیا۔

القصہ رئیس دکن کی خواہش اور باصرار دعوت پر اپنے ماموں حضرت میر سید عبدالرحمن گیلانی نقیب الاشراف کے حکم کی تعمیل میں اواخر ۱۳۲۲ھ یا اوائل ۱۳۲۳ھ میں بلدۂ حیدرآباد تنہا تشریف لائے ۔۔۔۔۔۔۔ شروع میں کچھ دنوں تک درگاہ حضرت شاہ نورالدین قادریؒ واقع ناملی میں مقیم رہے لیکن اس کے بعد فرمانروائے دکن آصفجاہ سادس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باغ لنگم میں منتقل کر کے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں حضرتؒ کے لنگر خانے کے خرچ کیلئے ماہانہ ایکہزار روپئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسی طرح تین اسٹیٹ پائیگاہ سر آسمانجاہ سر خورشید جاہ اور سر وقار الامراء سے بھی پانچ پانچ سو روپیہ ماہانہ لنگر خرچ مقرر تھا اس طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ماہانہ ڈھائی ہزار روپئے وظیفہ ملتا تھا۔ باوجود اس قدر کثیر آمدنی کے حضرتؒ کی فیاضی اور غریبوں و محتاجوں کے ساتھ حسن سلوک اور امداد کا یہ حال تھا کہ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو پانچ روپیہ بھی گھر میں نہ نکلے حضرت علیہ الرحمہ عربی و فارسی کے جید عالم اور متشرع، شب بیدار اور تہجد گزار، فراخدل اور مہمان نواز، خوش اخلاق اور ہنس مکھ، فیاض اور خدا ترس، صاحب باطن اور زبردست صوفی تھے۔ سینکڑوں لوگ امیر و غریب مرید اور ہزاروں معتقد تھے۔

۴ ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ م ۱۹۱۲ء کو بعہد نواب میر عثمان علی خاں آصف جاہ سابع وصال ہوا اور حسب فرمان رئیس دکن "خطہ صالحین" واقع نامپلی میں دفن ہوئے تاریخ انتقال سے چہلم تک کے جملہ اخراجات رئیس دکن آصفجاہ سابع نے برداشت کیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزید حالات، اولاد اور شجرۂ نسب کے بارے میں راقم الحروف نے حضرت پیر سید جمال الدین افندی گیلانی حال مقیم بمبئی سے جو موجودہ نقیب الاشراف حضرت پیر سید ابراہیم گیلانی کے بھائی ہوتے ہیں ربط پیدا کیا لیکن جواب وصول نہیں ہوا۔ (تجدید)

مقبرہ کا محل وقوع

حضرت علیہ الرحمہ کا مقبرہ خطۂ صالحین واقع نام پلی میں ہے۔ خطۂ صالحین کی موجودہ عمارت دو حجروں اور دو مستطیل وسیع کمروں پر مشتمل ہے۔ جس میں اس وقت جملہ جودہ قبور اس طرح ہیں کہ اگر ہم مغرب سے مشرق کی طرف شمار کرتے چلیں تو پہلے حجرہ میں ایک اور دوسرے حجرے میں ایک، اس کے متصلہ مستطیل کمرے میں پانچ اور اس کے بعد کے مستطیل کمرے میں سات مزار ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دوسرے حجرے میں ہے۔ یہ پختہ حجرہ (۱۵) فٹ ۶ انچ مربع ہے۔ روشن اور ہوادار ہے۔ اس کی چھت پختہ اور فرش سنگ سیلو کا ہے۔ حجرہ کی مشرقی اور مغربی دیواروں میں ایک ایک دروازہ نصب ہے۔

مزار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خطہ صالحین کا سب سے پہلا اور قدیم مزار ہے۔ وہ چونہ اور گچی کا ہے اور آج تک اچھی حالت میں ہے۔ مزار (۶) فٹ ۷ انچ لمبا (۴) فٹ چوڑا اور ایک فٹ ۱۰ انچ اونچا ہے۔

کتبہ

خط نسخ و نستعلیق کا یہ کتبہ سنگ موسئی میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

کتبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی سید محمدؐ صاحب بغدادی

تاریخ وفات

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ

عرس دفتر نیازات پرائیویٹ اسٹیٹ حضور نظام کی طرف سے ۱۴ ربیع الثانی کو ہر سال فاتحہ خوانی ہوتی اور قصاید بردہ وسلام کے ساتھ مزار پاک پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی اور شیرینی تقسیم کیجاتی ہے۔

تسکین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

پیدایش ۱۲۵۸ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء بلدہ حیدرآباد

محمدؐ معصوم نام تسکین شاہ لقب اور خیراتی میاں عرف تھا۔ بلدہ حیدر میں پیدا ہوے اور والد بزرگوار حضرت مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ میں تعلیم و تربیت پاکر پروان چڑھے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد ۱۳۱۴ھ میں بعمر (۵۶) سال ان کے جانشین ہوئے اور سینکڑوں عوام کو اپنے فیض عرفان سے فائدہ پہنچائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار قناعت پسند اور متوکل فیاض اور رحمدل، خوش اخلاق اور صاحب باطن صوفی تھے۔ تلاوت قرآن اور ذکر و شغل ہر وقت کا بہترین مشغلہ تھا۔ تنہائی بہت پسند تھی۔ باہر بہت کم نکلتے تھے۔ والد بزرگوار علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس بہت تکلف کیساتھ کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں لوگ حضرت کے مرید اور معتقد تھے۔

۷۷ سال کی عمر میں ۱۲ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء کو رحلت فرمائے اور مسجد الماس علی آباد میں والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ سے متصل دفن ہوئے حضرتؒ کے صاحبزادہ مولانا تحسین شاہ موجودہ متولی اور سجادہ نشین ہیں سالانہ عرس ہوا کرتا ہے

(جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسجد الماس محلہ علی آباد کے صحن میں والد بزرگوار حضرت مسکین شاہؒ کے روضہ سے متصل جانب غرب سکلے مقام پر واقع ہے۔ مزار کا درمیانی تعویذ سادہ مٹی کا ہے اس کے اطراف کی منڈیر سمنٹ کی اور چاروں طرف کا حاشیہ سنگ سیلو کا ہے۔

مزار حضرتؒ کا مزار ۶ انچ لمبا ۴ فٹ ۶ انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے مزار کے سرہانے سنگ سیلو کا تاریخی کتبہ نصب ہے۔

کتبہ خط نستعلیق کا یہ کتبہ سنگ سیلو میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از نتیجۂ افکار گہر بار حضرت شاہ ابو سعید صاحب خلف تدوۃ السالکین

زبدۃ العارفین حضرت شاہ محمد معصوم صاحب نقشبندی مجددی اوام اللہ فیوضہم

حضرت تسکین شاہ جنت میں دنیا سے گئے
بینے ہر خادم کے دل پر داغ فرقت دے گئے
اے ہدایت رو کے کہہ دیتا یہی سال وفات
مرشد آگاہ دل تسکین دلوں کی لے گئے
۱۳۳۵ھ

شیخ کامل باصفا تسکین شاہ
ہو گئے واصل بحق اب اے سعید
فکر تھی مجھ کو کہ تاریخ وفات
آئی یہ آواز قلب قبر سے

معرفت میں رہنمائے سالکیں
کیوں رہیں ہر دم نہ رحمت سے قریں
ایسی ہو جس پر کہیں سب آفریں
خلد میں اب وہ ہے مسند نشین
۱۳۳۵ھ

نصب کردہ ۱۳۴۴ھ

عرس حضرت علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس مقررہ تاریخ وفات ۱۲ ماہ ربیع الاول کو پابندی سے ہوتا ہے۔ عرس میں مریدوں اور معتقدوں کے علاوہ عام زائرین بھی شرکت کرتے ہیں۔

زُہرہ بی رحمۃ اللہ علیہا

پیدائش — بلدہ حیدرآباد　　　　وفات ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء بلدہ حیدرآباد

بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ تالاب میر جملہ کے کٹہ کے شرقی کنارے پر (موجودہ عیدی بازار) ایک سفالپوش ڈھالیہ میں بیٹھی رہتی تھیں۔ عالم جوانی سے ہی جذب کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

بہت ہی نیک اور پارسا متوکل اور تابع شب بیدار اور صاحب باطن مجذوب تھیں۔ اکثر اوقات جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ستر عورت کا بڑا پاس و لحاظ رکھتی تھیں۔ صبح و شام تک حاجت مندوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ راقم الحروف فقیر کو بھی ان کے پاس حاضری کا موقع ملا ہے۔ بہت ہی سُرخ و سفید اور کم خوراک دکم گفتار تھیں۔ سر کے پورے بال دودھ کے جیسے سفید ہو چکے تھے۔ سفید لباس بہت پسند تھا۔ بہت ہی دبلی پتلی اور نحیف و نزار تھیں۔ دیوار کے سہارے گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھتی تھیں۔ حاجتمند میوہ مٹھائی لاکر نذر گزرانتے تھے۔ جس کو ان کے خادمین لیکر کچھ تو بچوں میں تقسیم کرتے اور کچھ خود رکھ لیتے تھے۔ حاجت مندوں کے سوال کا جواب ان کے مجذوبانہ حرکات سے ظاہر ہوجاتا تھا اور اکثر حاجت مند اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے تھے۔

۲۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء کو بعہد رئیس دکن نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ ہفتم وصال ہوا اور زندگی میں جس جگہ سکونت پذیر تھیں وہیں دفن ہوئے۔ وصال کے وقت ان کی عمر کا اندازہ تقریباً ۹۰ سال کیا جاتا ہے۔ (حدید)

محل وقوع محترمہ کا مزار تالاب میر جملہ کے کٹے کے مشرقی حد پر سڑک کی بائیں جانب

محلہ عیدی بازار میں ایک پختہ کمرے کے اندر ہے جو دس فٹ مربع اور فرش سیلوٹ آراستہ ہے۔ کمرہ کی چھت پختہ اور اس کا دروازہ جنوب کی طرف ہے۔ کمرہ کے باہر شرقی دیوار سے متصل املی کا گھنا درخت ہے اور جنوب کی طرف مزار کے چبوترے سے متصل بادام کا ایک درخت ہے۔

مزار مزار کا حاشیہ سمنٹ کا بنا ہوا ہے اور درمیانی تعویذ کی جگہ بالکل خالی اور صاف و شفاف ریت سے بھری ہوئی ہے۔ مزار ۴ فٹ ۲" انچ لمبا ۲ فٹ ۶" انچ چوڑا اور صرف سات انچ اونچا ہے۔

عرس ہر سال ۲۶ ماہ رمضان کو شب قدر کی تقریب میں محلے کے چند اہل خیر اور معتقد حضرات چندہ جمع کر کے عرس کرتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے کوئی امداد نہیں ملتی۔ یہاں کوئی کتبہ بھی نہیں ہے

انوار اللہ فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء

(۵)

محمد انوار اللہ نام اور خان بہادر، فضیلت جنگ خطابات ہیں۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے:—

انوار اللہ فضیلت[۱] جنگ بن قاضی محمد شجاع[۲] الدین میر عدل بن قاضی سراج[۳] الدین ثانی بن بدر[۴] الدین بن برہان[۵] الدین قاضی قندہار بن سراج[۶] الدین بن قاضی تاج[۷] الدین ثانی بن قاضی عبد[۸] الملک بن قاضی تاج[۹] الدین بن قاضی[۱۰] کبیر ثانی بن قاضی محمود[۱۱] ثانی بن قاضی کبیر[۱۲] بن قاضی محمود[۱۳] بن حضرت شیخ احمد[۱۴] قاضی احمد نگر جو ستائیسویں پشت میں امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہوتے تھے۔

۴ ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ کو بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار نے دی۔ مولانا شاہ بدیع الدین رفاعی اور حافظ امجد علی نابینا کے یہاں قرآن شریف کی تعلیم پائی اور گیارہ سال کی عمر میں کلام مجید حفظ کیا۔ مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی، مولانا عبد الحی فرنگی محلی اور مولوی فیاض الدین اورنگ آبادی سے فقہ کی تکمیل کی، شیخ عبد اللہ یمنی سے تفسیر و حدیث کا درس لیا اور سلوک کی تعلیم اپنے والد سے پائی اور تمام سلسلوں میں بیعت کی۔ بیس سال کی عمر میں قاضی محمد امیر الدین محتسب بولہ کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ تیس سال کی عمر میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ پہنچکر شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حاجی امداد اللہ احمد سے تمام سلسلوں میں مکرر بیعت کی۔ چنانچہ ان کے ذوق علم اور اعلیٰ قابلیت کی بنا پر پیر و مرشد نے بلا طلب خلعت خلافت مرحمت فرما دیا۔ حج سے واپسی کے بعد نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ ششم کے استاد مقرر ہوئے اور چار سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ ملنے لگا لیکن چار پانچ سال کے بعد ہی خان بہادر کا خطاب اور ایکہزاری منصب عطا ہوا۔

قاضی امیر الدین پونیری نے بلدہ حیدر آباد میں جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی تو انھیں بھی انھوں نے اس مدرسہ میں درس و تدریس کی دعوت دی اور آخر کار مدرسہ نظامیہ حضرت کی ذات سے ہی متعلق ہوگیا اور مدرسہ کے اعزازی صدر منتخب ہوگئے۔ حضرت کی تعلیم کی شہرت نے اتنی ترقی پائی کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد اسلامیہ سے شائقین علم اپنی تشنگی علم بجھانے آتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ غریب طالب علموں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے، پڑھنے لکھنے اور پہننے کے لیے کپڑے، غذا، کتابیں اور کپڑے مفت دیے جاتے تھے۔ شہر حیدر آباد میں کتب خانہ آصفیہ اور دائرۃ المعارف النظامیہ کا قیام حضرت کی توجہ کا مرہون

منت ہے۔ خانوادۂ آصفی میں نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ ششم اور نواب میر عثمان علی خاں آصفجاہ ہفتم، شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ اور والاشان نواب معظم جاہ حضرت کے ہی شاگرد رہے۔

حضرت نے مختلف ممالک اسلامیہ بغداد اور نجف اشرف کی سیاحت فرمائی حج و زیارت حرمین شریفین سے چار مرتبہ مشرف ہوئے۔ ریاست حیدرآباد میں ابتداءً ناظم امور مذہبی اور پھر وزارت امور مذہبی کی خدمت جلیلہ پر فائز رہے اور فضیلت جنگ کا خطاب پایا۔ مختصر یہ کہ مولانا اپنے وقت کے بہت بڑے مصنف اور ایک اچھے شاعر تھے۔ مولانا نے جس قدر کتابیں لکھیں اس سے حیدرآباد کی ادبیات میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ ایک رسالہ مقاصد الاسلام بھی جاری کیا۔ جو بلا تعین وقت شائع ہوتا تھا۔ حضرتؒ کے حسب ذیل تصانیف مشہور رہیں:-
افادۃ الافہام، حقیقۃ الفقہ، الکلام المرفوع، خدا کی قدرت، خلق افعال، رسالۂ انوار اللہ، چہل حدیث، بشریٰ الکرام، کتاب التوحید، کتاب العقل، انوار احمدی اور شمیم الانوار۔

۳۰ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) روز پنجشنبہ کو بعد مغرب ۷۰ سال کی عمر میں وصال ہوا اور دوسرے دن بعد نماز جمعہ صحن مدرسہ نظامیہ محلہ شبلی گنج میں حسب وصیت دفن ہوئے (دیکھو تزک محبوبیہ جلد اول ص۱۷، مشاہیر قندھار دکن ص۹۳ تا ۱۰۳)

مزار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار حسینی علم سے دودھ باولی کو جانے والی سڑک کے بائیں کنارے جامعہ نظامیہ شبلی گنج کے وسیع صحن میں ایک خوبصورت گنبد کے اندر واقع ہے۔ گنبد کی اندرونی وسعت ۱۴ فٹ ۹ انچ مربع ہے۔ فرش سنگ سیلو کا ہے۔ گنبد کے چاروں پہلو میں چار دروازے ہیں۔ جنوبی سمت کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ حضرتؒ کا مزار سفید و شفاف سنگ مرمر کا ہے۔

جو ۵ فٹ ۶ انچ لمبا، ۳ فٹ چوڑا اور ۲ فٹ بلند ہے۔

حوض گنبد کے محاذی جنوبی سمت میں چھوٹا سا خوبصورت حوض ہے۔ حوض اور گنبد کے درمیاں سنگ سیلو کا فرش ہے۔ زائرین اور مصلیوں کی سہولت کے لیے حوض میں ہر وقت پانی بھرا رہتاہے۔

کتبہ گنبد کے جنوبی دروازہ کے اوپر خط نسخ میں سنگ سیلو پر کتبہ نصب ہے یہ کتبہ دراصل حضرتؒ کا مادہ تاریخ وفات ہے جو شہر حیدرآباد کے مشہور خطاط مرزا حشمت علی انسر قادری رقم کا نتیجہ فکر ہے۔ کتبہ یہ ہے۔

مُحَمَّدٍ اَنْوَارُ اللّٰہِ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ
۱۳۳۶ھ

عرس حضرتؒ کی تاریخ وفات ۳۰ جمادی الاخریٰ کو ہر سال دفتر نیازات حضور نظام کی طرف سے عرس کیا جاتاہے۔ میلاد خواں سلام پڑھتے ہیں۔ مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے اور حاضرین میں شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

محمد شاہ چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۵۵ھ حیدرآباد وفات ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء بلدۂ حیدرآباد

(۴)

سید شاہ محمد ہاشم حسینی نام اور محمد شاہ عرف تھا۔ شہر حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور والد بزرگوار حضرت سید شاہ میراں حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پاکر علوم معقول و منقول میں کامیاب ہوئے۔ اپنے حقیقی چچا حضرت سید خواجہ معین الدین شاہ خاموش بیدری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین

اور طریقۂ چشتیہ وصابریہ میں انہی کے مُرید و خلیفہ تھے۔

ابتداء میں حضرت علیہ الرحمہ سلاطین آصفی کے دربار میں سندھی افواج کے صدر جمعدار، ہاتھی اور گھوڑا، پالکی اور میانہ سے سرفراز تھے لیکن مرید ہوکر خرقۂ خلافت پہننے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور صوفیانہ سیرت و فقیرانہ صورت پر تمام عمر گزار دی اور پیر و مرشد کی خدمت اور حصول فیض میں مشغول ہوگئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت سُرخ و سفید اور دُبلے پتلے، متوسط قامت اور سادہ لباس رہتے تھے۔ جسم پر سفید یا گیروے رنگ کا کُرتہ اور تہمد، سر پر کپڑے کی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ چہرہ سے رعب و جلال ٹپکتا تھا مکہ مسجد کے پیچھے خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اپنے مرشد کا سالانہ عرس بہت ہی شاندار طریقے پر ادا کرتے تھے۔

المختصر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست صوفی اور شہر حیدرآباد کے ممتاز سربرآوردہ مشائخین سے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور ذاکر و شاغل بہت بڑے متقی اور پرہیزگار اور مجلس سماع کے شایق تھے۔ آخر عمر میں تمام دنیوی تعلقات سے کنارہ کش ہوکر وعظ و نصیحت اور حاجت روائی خلق اللہ میں مصروف ہوگئے تھے۔ ہزاروں لوگ حضرتؒ کے مرید تھے اور ہزاروں ہی لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے روحانی فیض سے فیض یاب ہوئے۔

۴؍ ماہ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو ۸۴ سال کی عمر میں حضرتؒ نے رحلت کی اور درگاہ حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ واقع نامپلی میں دفن ہوئے۔ حضرتؒ کے تین صاحبزادہ تھے۔ سیّد اکبر حسینی، سیّد اصغر حسینی اور سیّد بندہ نواز حسینی بعد وفات منجھلے صاحبزادہ سیّد شاہ اصغر حسینی قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔

(دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صفحہ ۵۴، دیوان شاہ خاموش صفحہ ۲۱)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گنبد حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کے اندر مرشد کے مزار کے بائیں میں سنگ مرمر کے خوبصورت ایک چبوترہ پر واقع ہے۔ یہ چبوترہ ۸ فٹ لمبا ۶ فٹ ۷ انچ چوڑا اور ۱۱ انچ اونچا ہے۔ چبوترہ کے چاروں طرف ۱۱ انچ بلند سنگ مرمر کی جالی نصب ہے۔

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مرمریں مزار وسط چبوترہ میں واقع ہے۔ وہ ۵ فٹ ۳" طویل ۲ فٹ ۸" انچ عریض اور ایک فٹ ۷" انچ بلند ہے۔

کتبے ا۔ خط نسخ و نستعلیق میں عربی و فارسی زبان کے یہ کتبے سنگ مرمر کے کٹہرے میں اندرونی سمت جانب شمال کندہ ہیں۔

الف

آفتاب خاندان پاک چشتی صابری ✿ یافت از انوار فیضانش دل عالم ضیا
بست و چہارم از محرم بود کاں پیر طریق ✿ رخت رحلت بست از دنیا سوئے ملک بقا

۱۳۳۹ھ

ب هذا حبیب الله مات فی حبه

۱۳۳۹ھ

ج

آں چراغ شاہ خاموش از اجل خاموش شد ✿ شد جہاں تاریک در نظر جہاں واحسرتا
ہاتف غیبی بافسر گفت تاریخ وصال ✿ وصل از رب شد محمد شاہ سبط مصطفیٰ

۱۳۳۹ھ

عرس ہر سال ۲۳ اور ۲۴ محرم کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔ مریدوں اور معتقدوں کی شرکت ہوتی ہے۔ موجودہ متولی وسجادہ نشین مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی چشتی صابری جو حضرت علیہ الرحمہ کے پرپوتے ہوتے ہیں۔ مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔ پہلے دن صندل اور دوسرے دن چراغاں اور قوالی ہوتی ہے۔

حافظ خیر المبین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۵۵ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء بلدہ حیدرآباد

(ش)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کا سلسلہ اس طرح ہے: محمد خیر المبین بن محمد عبدالرحیم بن حاجی محمد حسین المخاطب قادر نواز خاں بن حضرت شاہ عبدالقادر صدیقی المخاطب بہ صدر الصدور حکیم الحکماء نواب محی الدولہ قادر یار خاں اوّل رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت علیہ الرحمہ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائے حضرتؒ کے والد بزرگوار متوفی ۱۲۷۲ھ جو شہر حیدرآباد کے ممتاز عالم اور مشہور واعظ تھے حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ والد بزرگوارؒ کے وصال کے وقت حضرتؒ کی عمر چودہ سال تھی۔ قرآن اور حدیث تفسیر اور فقہ میں حضرت مولانا حسن الزماں رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور علم حقائق میں مشہور صوفی حضرت محمد حسن کلیمی علیہ الرحمہ سے فیض حاصل کر کے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں ان ہی سے بیعت و خلافت حاصل کی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست صوفی اور عالم باعمل عابد و زاہد اور صاحب باطن بزرگ تھے۔ احمد آباد اور اجمیر شریف میں بکثرت لوگ حضرتؒ کے مرید تھے۔ حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے دو مرتبہ مشرف ہوئے تھے۔ نبی خانہ موقوعہ تپھر گٹی میں ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی اور عاشورہ محرم میں پابندی سے وعظ فرماتے تھے جس میں رئیس وقت بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔

ہزاروں لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور شاگرد تھے۔ بیسیوں نے حضرت علیہ الرحمہ کے

ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۸۳ سال کی عمر میں ۲۳ صفر ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء) کو اتوار کے دن بعد نماز مغرب لاولد فوت ہوئے۔ نماز جنازہ مسجد افضل گنج میں ادا ہوئی۔ شہریار دکن نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ سابع نے اپنے شاہزادوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور خطۂ صالحین نام پلی میں دفن کئے گئے۔ انتقال کے دن سے چہلم تک کے جملہ مصارف خزانہ شاہی سے ادا ہوئے۔ (دیکھو احوال العارفین صفحہ ۲۵، تذکرۃ الصالحین صفحہ ۲۱)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خطۂ صالحین نام پلی میں واقع ہے۔ خطۂ صالحین کا موجودہ مقبرہ دو حجروں اور دو مستطیل وسیع کمروں پر مشتمل ہے۔ جس میں اس وقت جملہ ۱۶ مزار ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کا مزار مغرب کی طرف سے پانچواں اور مستطیل کمرہ کا تیسرا مزار ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گچی کا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۸ انچ لمبا، ۴ فٹ ۶ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۸ انچ اونچا ہے۔ اس مزار کے دائیں جانب شیخ السادات رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۳۷ھ اور بائیں جانب حبیب عیدروس رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۶ھ کے مزار ہیں۔

کتبہ خط نستعلیق کا یہ کتبہ کمانی وضع کے سنگ موسیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وفات

پاک باطن پاک سیرت پاک دیں خیر المبیں ✽ آسمان علم را مہر مبیں خیر المبیں
رفت سوئے خلد تاریخ وصالش شد رقم ✽ بود عالم باخدا قطب زمیں خیر المبیں

۱۹۲۲ء

دیگر

مولوی خیر المبیں پاکیزہ خو تقویٰ شعار ✽ کرد بر دار فنا دار البقا را اختیار
مصرع تاریخ از ہاتف بگوشم من رسید ✽ بود حق آگاہ عالم باخدا پرہیزگار

۱۳۴۱ھ

میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

عرس دفتر نیازات مذہبی پرائیویٹ اسٹیٹ حضور نظام کی طرف سے ۲۳ ماہ صفر کو ہر سال فاتحہ سالانہ ادا ہوتے ہیں۔ میلاد خوانی اور سلام کے ساتھ مزار پر چادر گل چڑھائی جاتی ہے۔

حافظ اکبر حسینی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۷۰ھ بلدہ حیدرآباد وفات ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء بلدہ حیدرآباد

(۵۲)

سیّد محمد شاہ اکبر حسینی نام اور بڑے میاں عرف تھا۔ حضرت محمد شاہ میاں چشتی صابری علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۰۹ھ کے بڑے صاحبزادہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں دادا حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ سے نعمت بیعت اور والد بزرگوار علیہ الرحمہ سے خرقہ خلافت پائے تھے۔

ابتدائی تعلیم گھر میں ختم کرنے کے بعد علامہ نور اللہ صفیا قادر الملک اور مولانا سیّد خلیل رحمۃ اللہ علیہ سے اردو فارسی اور عربی کی اعلیٰ تعلیم پائی۔ اپنی ذاتی صلاحیت اور اعلیٰ علمی قابلیت کی بناء پر اسٹیٹ پائیگاہ نواب سر آسمانجاہ میں خدمت اوّل تعلقداری (کلکٹر) کے عہدہ پر مامور تھے۔ بظاہر علائق دنیوی سے وابستہ تھے لیکن خدا ترسی اور منصف مزاجی ہمدردی اور فرض شناسی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کا یہ حال تھا کہ کبھی نفل بھی قضا نہیں .... کی تہجد کی نماز ہمیشہ جماعت کیساتھ پڑھی۔ بڑی عمر میں حافظ قرآن بھی بن گئے تھے۔ نماز فجر کے بعد روزانہ دس پارے بلا ناغہ تلاوت فرماتے تھے۔ حج وزیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے تھے۔ حیدرآبادی قافلہ حجاج کے قافلہ سالار بھی رہے اور پورے قافلہ کے کھانے

پینے کا انتظام اپنی ذات پر برداشت کئے۔

ملک عرب میں شریف مکہ کی حکومت کے بعد سعودی حکومت قائم ہوئی تو اس نے مدینہ منورہ جانے والے حاجیوں پر ایک ٹیکس عاید کر دیئے۔ چونکہ اسکا علم پہلے سے نہ تھا۔ اس لئے رقم کا انتظام نہ ہونے کے باعث حیدرآبادی قافلہ حجاج بغیر زیارت نبویؐ واپس ہونے کو تھا۔ حیدرآباد میں جیسے ہی اس بات کا علم حضرتؒ کو ہوا تو فوراً مبلغ پانچہزار (صمـــ۵۰۰۰) روپیہ اپنے پاس سے بھجوا دیئے تاکہ حجاج زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوکر واپس ہوسکیں۔ اس کے علاوہ حضرتؒ نے ایک بہت بڑی جائداد محلہ افضل گنج بلدہ حیدرآباد میں خرید کر مستقل طور پر مدینہ شریف کے لیے۔ وقف کردی جس کے کرایہ کی آمدنی ماہانہ ایک ہزار روپیہ (۱۰۰۰) روپیہ سے زیادہ ہے اور یہ وقف آج بھی باقی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ نے مدینہ پاک میں ایک لنگر خانہ بھی جاری کیا تھا۔ جہاں مہاجرین کو روزانہ روٹی تقسیم ہوتی تھی۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نہایت سادہ لباس اور سادہ خوراک تھے۔ دیسی کھادی کے کپڑے استعمال فرماتے تھے۔ سماع کے مقابلہ میں میلاد خوانی کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ روپیہ پیسہ غلہ اور کپڑے کی صورت میں غریبوں کی کافی تعداد میں دستگیری فرماتے تھے۔

اکہتر ۷۱ سال کی عمر میں ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء کو اپنے سکونتی مکان واقع محلہ اعتبار چوک میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ اور اندرون گنبد حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ دفن ہوئے۔ باقیات الصالحات میں حضرتؒ کے صاحبزادہ مولانا سید شاہ ولی اللہ حسینی صاحب وظیفہ یاب سشن جج بقید حیات ہیں۔ صورت ظاہری اور سیرت باطنی میں اپنے اسلاف کے قائم مقام ہیں۔ (جدید)

مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار گنبد شاہ خاموش علیہ الرحمہ کے اندر

جنوب و مشرقی گوشہ کا پہلا مزار ہے۔ مزار سنگ مرمر کا ہے ۔ ۵ فٹ ۸ انچ لمبا ۲ فٹ ۱۰ انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔ یہ مزار اصل میں حقیقی مزار کی کاپی ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کا اصلی مزار تہہ خانہ میں ٹھیک اسی کے نیچے واقع ہے۔ تہہ خانے میں جانے کا راستہ گنبد کے مشرقی اور مغربی ورانڈہ میں سے ہے۔ ان راستوں کے منہ پر دروازے نصب ہیں جو ہر وقت مقفل رہتے ہیں۔

عرس ہر سال ۹ ماہ ربیع الاول کو حضرت علیہ الرحمہ کے فاتحہ سالانہ ادا ہوتے ہیں۔ محتاجوں اور یتیموں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مزار کو غلاف اور چادر گل سے سجایا جاتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

سید عبدالرحمٰن افندی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۱۲۸۰ھ بغداد شریف — وفات سنہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء بلدہ حیدرآباد

سید محمد عبدالرحمٰن افندی نام اور بڑے بغدادی صاحب عرف تھا۔ صاحب باطن درویش، صحیح النسب سادات اور زبردست صوفی تھے۔ ۱۰ ماہ شوال المکرم سنہ ۱۲۸۰ھ کو جمعرات کے دن پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار حضرت سید عبدالرحیم علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور چودہ سال کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد والد بزرگوار سے سلسلۂ قادریہ اور رفاعیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ عین عالم جوانی میں عشق الٰہی کے جذبہ نے اپنا اثر دکھایا تو وطن سے ہجرت کر کے اولاً حج و زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد رشد و ہدایت کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ چنانچہ ۵ ماہ محرم الحرام ۱۳۰۵ھ کو زمانہ خسرو دکن میر محبوب علی خاں آصفجاہ

ششم بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہوگئے۔ ابتدءً حضرت کی سکونت عرصہ تک سرورنگر کے باغ میں رہی۔ اس کے بعد گوشہ محل ساہوکاری کاروان اور کاچی گوڑہ میں بھی مختلف اوقات میں سکونت پذیر رہے۔ رئیس دکن آصفجاہ ششم اور حیدرآباد کے امیروں اور وزیروں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ خاص طور پر نواب عماد السلطنت میر لائق علی خاں سالار جنگ ثانی اور امیر اکبر نواب سر آسمانجاہ والئی پائیگاہ نے اپنی گہری عقیدت کا اظہار کیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بالکل سادہ اور فقیرانہ تھی۔ متوکل اور قانع، شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ شریعت کے پابند اور زہد و تقویٰ میں اپنی آپ نظیر تھے۔ غریبوں و یتیموں کے ہمدرد اور حاجت روائی خلق اللہ میں مشہور تھے۔ بات چیت بہت کم کرتے تھے۔ تلاوت قرآن پاک اور ذکر و شغل ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ سفید لباس بہت پسند تھا۔ غذا بہت معمولی اور سادہ تھی۔ سینکڑوں لوگ امیر و غریب مرید اور معتقد تھے۔ شہریار دکن میر عثمان علیخاں آصفجاہ ہفتم نے حضرت علیہ الرحمہ کے لنگر خانہ کے لئے ایکہزار روپیہ نقد ماہانہ کا وظیفہ مقرر کیا تھا جو حضرت رح کی زندگی بھر جاری رہا۔ اس کے علاوہ حضرت کے لئے سواری اور مکان پر پہرہ کا بھی انتظام کیا تھا۔ نیاز شریف ربیعین ہر سال پابندی کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر کرتے تھے۔

۱۰ ماہ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء کو ہفتہ کے دن بوقت ظہر (۶۳) برس کی عمر میں بعارضۂ فالج اللہ کو پیارے ہوئے۔ مسجد افضل گنج میں خلق کے کثیر اژدہام کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی اور حسب فرمان آصفجاہ ہفتم خطۂ صالحین واقع نامپلی جہاں پہلے سے سید محمد بغدادی اور شیخ السادات سید احمد کے مزار تھے دفن کئے گئے۔

بلدۂ حیدرآباد تشریف لانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سید شاہ ندیم اللہ حسینی برادر سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ حسین شاہ ولی کی منجھلی صاحبزادی ستدہ فاطمہ بی بی سے عقد کیا تھا۔ تقریب عقد میں تاجدار دکن آصفجاہ ہفتم نے بنفس نفیس

مع امرا اور رعیان دولت کے شرکت فرمائی تھی۔ باقیات صالحات میں حضرت علیہ الرحمہ کے تین صاحبزادے ہیں۔ سید عبدالکریم حسینی عرف حضرت پیر سید محمد صادق حسینی عرف غوث پیر اور سید محمد عبدالسلام حسینی عرف صاحب حضرت۔ چنانچہ بڑے صاحبزادہ مولانا سید شاہ عبدالکریم حسینی رفاعی بغدادی فی الحال والد بزرگوار کے قائم مقام اور منصب رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔ (دیکھو تزک محبوبیہ جلد دوم دفتر سوم صفحہ ۳۶)

محل وقوع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خطہ صالحین نام پلی میں واقع ہے۔ خطہ صالحین کا پورا قبرستان اور محصورہ وسیع اراضی اعلیحضرت حضور نظام کی راست نگرانی میں ہے۔ حضور نظام کی اجازت بغیر یہاں کوئی میت دفن نہیں ہو سکتی۔ محصورہ وسیع اراضی کے بعض حصول پر اب خانہ زادان حضور نظام کے مکانات رہائشی تعمیر کئے جا رہے ہیں چنانچہ اس وقت تک چار مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔

فی الوقت خطہ صالحین کا پختہ مقبرہ دو حجروں اور دو وسیع مستطیل ہال پر مشتمل ہے۔ باب الداخلہ کا زینہ چڑھتے ہی پہلے جو مستطیل ہال ملے گا اس میں سات قبور ہیں پھر اسی سے متصل و ملحق غربی سمت دوسرا مستطیل ہال ہے۔ اس میں علی التسلسل حسب ذیل پانچ مزار ہیں۔

حکیم محمد عبدالرحمن سہارنپوری۔ حبیب عیدروس۔ مولوی خیر المبین۔ شیخ السادات سید احمد۔ سید عبدالرحمن بغدادی۔ دوسرے ہال کے ختم پر دو حجرہ ملیں گے۔ حجرہ اول میں سید محمد بغدادی کا اور دوسرے و آخری حجرہ میں محمد احمد دیوبندی کے مزار ہیں۔

درمیانی ہال جس میں حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ہے فرش سیلو سے آراستہ ہے اس کی وسعت شرقاً غرباً ۵۶ فٹ اور شمالاً جنوباً ۲۷ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس کے چاروں اسمات میں چار دروازے نصب ہیں۔ برقی روشنی کا انتظام ہے۔ صفائی اور جاروب کشی، لالٹین اور عام نگرانی کیلئے پرائیویٹ اسٹیٹ حضور نظام کی طرف سے ضروری

مصارف اور چوکیداری کا انتظام ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گچی کا پختہ بنا ہوا ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۲ انچ لمبا ۴ فٹ ۴ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۲ انچ اونچا ہے۔ مزار پر مخملی غلاف اور شامیانہ ہر وقت رہتا ہے۔ برقی روشنی کا انتظام ہے۔

کتبہ ۱- سنگ موسیٰ کا یہ کتبہ خط نسخ میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

۲- خط نسخ و نستعلیق میں یہ منظوم کتبہ سنگ مرمر میں کندہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے کی پشت پر نصب ہے۔

۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی سید عبد الرحمٰن صاحب بغدادی

تاریخ وفات

۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ

۲

۷۸۶

۹۲

ھو الباقی

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

قطعہ تاریخ وصال پر ملال

امام العارفین سید الشیوخ مولانا الحاج حضرت پیر سید عبد الرحمٰن صاحب قبلہ رفاعی قادری بغدادی قدس سرہ العزیز

وھو ھذا

عبد الرحمٰن شیخ بغدادی سراج عارفاں	روز عاشورہ شدہ واصل بخلاق جہاں
بود یوم شنبہ و بعد زوال آفتاب	کاں مہ برج کرامت شد ز چشم ما نہاں
پاک باطن پاک طینت پاک سیرت پاک باز	ہمچناں دیگر شود پیدا نہ زیر آسماں
بہر تاریخ وصالش آں ملک صورت جلیل	قطب دیں پیر طریقت کعبۂ عالم بخواں

۱۳۴۴ھ

عرس ہر سال ۱۱ ماہ محرم الحرام کو سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔ حضرتؒ کے بڑے صاحبزادہ مولانا سیّد عبدالکریم حسینی رفاعی بغدادی مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔ مہمانوں کی کھلانے سے تواضع کی جاتی ہے۔

حافظ علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء بلدہ حیدرآباد

کریم یار خاں نام اور خواجہ حافظ علی شاہ لقب تھا۔ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء کو بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ تعلیم و تربیت پائی "چراغ دکن" حضرتؒ کا مادہ سال پیدائش ہے۔ مشاہیر علمائے وقت سے حدیث اور تفسیر، منطق اور فقہ کا سبق لیا تو والد بزرگوار حضرت خواجہ حبیب علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے علوم معرفت اور سلوک کے منازل طے کئے۔ سلسلۂ چشتیہ اور قادریہ میں والد بزرگوارؒ کے ہی مرید اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۵۴ سال کی عمر میں قائم مقام اور سجادہ نشین ہو کر ملک اور بیرون ملک کے ہزاروں عوام کو اپنے فیض عرفان سے فائدہ پہنچائے۔

آبائی اور خاندانی فضیلت کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ ذاتی طور پر نہایت متواضع اور متقی، عابد اور زاہد، طریقت و حقیقت کے شائق اور معرفت و وحدانیت کے عاشق تھے۔ ذاکر و شاغل اور شب بیدار و تہجد گزار تھے۔ دکن کے اکثر امرا اور عہدیداران حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور معتقد تھے۔ ہندوستان اور اس کے باہر مختلف ممالک مثلاً شام اور طہران، خراسان اور جنوبی افریقہ میں حضرت علیہ الرحمہ کے مرید اور متعدد خلفا پھیلے ہوئے تھے۔ والد بزرگوار کا سالانہ عرس بہت شاندار پیمانہ پر کرتے تھے مخلوق خدا کو مسلسل ۱۲ برس رشد و ہدایت فرمانے کے بعد ۱۵ ماہ ذی الحجہ

۱۳۴۴ھ کو ہفتہ کے دن نماز چاشت کے وقت ۶۶ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ۱۹۲۶ء ہوئے اور محلہ کٹلمنڈی میں اپنے والد بزرگوار کی گنبد کے چبوترے پر جانب مغرب دفن ہوئے۔ "گل ہوا آج چراغ دکن" اور "ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین" حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مادہ ہائے سال وفات ہیں۔ بعد وفات حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ محمد یار خاں المعروف بہ خواجہ حبیب علی شاہ ثانی سجادہ نشین ہوئے جو تا حال (۱۳۸۱ھ) مسند رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار محلہ کٹلمنڈی میں حضرت خواجہ حبیب علی شاہ علیہ الرحمہ کی گنبد کے مغربی دروازہ کے محاذی چبوترہ پر کھلی جگہ واقع ہے۔ چبوترہ کے نیچے سے مولسری کا گھنا اور تناور درخت مزار پر سایہ ڈال رہا ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار گچی کا پختہ بنا ہوا ہے۔ اس کے چار طرف پتھر کی لمبی کڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ مزار ۶ فٹ ۴ انچ لمبا ۲ فٹ چوڑا اور ۲ فٹ ۴ انچ اونچا ہے۔

عرس حضرت کا سالانہ عرس نہیں ہوتا۔ مقررہ تاریخ وفات پر مجدد طریقہ پر فاتحہ ہوجاتے ہیں۔ البتہ ان کے والد بزرگوار کے عرس کے موقع پر یہاں بھی غلاف اور چادر گل چڑھائی جاتی اور روشنی کی جاتی ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

حبیب عیدروس رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۴۷ھ حضر موت (یمن) وفات ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء ملدہ حیدرآباد

(۱)

ستائیس واسطوں سے امام ششم حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے:۔ حبیب[۱] عیدروس بن حسین[۲]

بن احمد بن عمر بن اشمد بن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن حسین
بن حبیب عبداللہ العیدروس بن ابوبکر بن عبدالرحمن سقاف بن محمد بن علی بن علوی
بن محمد بن علی بن علوی بن محمد بن علوی بن عبیداللہ بن احمد بن عیسیٰ بن محمد
بن علی بن سیدنا حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بمقام حوطۃ الحزم علاقہ حضرموت ملک یمن ۱۷ ماہ ربیع الثانی ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے اور والد بزرگوارؒ کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھے۔ سات برس کی عمر میں قرأت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم ختم کی اور پندرہ سال کی عمر میں علمائے شام و یمن سے تمام علوم دینی و دنیوی کی تکمیل کرلی۔ پورے ستائیس ۲۷ سال کے ہوئے تو ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ کو قبیلہ عرب کی ایک ممتاز ہستی حبیب حسین بن محمد کی صاحبزادی عائشہ سے والد بزرگوارؒ نے حضرتؒ کا عقد کردیا۔ جن سے آٹھ صاحبزادے حسینؒ۔ عمرؒ۔ حسنؒ۔ محسنؒ۔ محمدؒ۔ احمدؒ۔ ابوبکرؒ۔ عبدالرحمنؒ اور چار صاحبزادیاں شفاؒ۔ طلحہ۔ فاطمہ۔ علویہ پیدا ہوئیں۔ ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو والد بزرگوارؒ سے خاندانی بیعت اور خرقہ خلافت عیدروسیہ حاصل کیا۔

والد بزرگوارؒ کے انتقال کے بعد وطن سے جی اُکتا گیا اور سفر کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن متعلقین کی ذمہ داریوں نے عرصہ تک اس کا موقع نہ دیا۔ آخر ایکدن متعلقین کو اللہ کے حوالہ کرکے ۱۲ ماہ ربیع الثانی ۱۲۸۱ھ کو وطن سے چل نکلے۔ مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے ۱۰ ماہ شعبان ۱۲۸۱ھ کو بعہد رئیس دکن نواب افضل الدولہ آصفجاہ خامس پہلی مرتبہ بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور چند ہی دنوں کے بعد بہت جلد وطن واپس ہوگئے۔ اس طرح پانچ مرتبہ بلدہ حیدرآباد آئے اور واپس چلے گئے۔ چھٹی مرتبہ ۱۳۰۸ھ میں بزمانہ شاہ دکن میر محبوب علی خاں آصفجاہ ششم حیدرآباد تشریف لائے تو ہمیشہ کے لیے یہیں رہ گئے اور چند روز کے بعد اپنے متعلقین کو بھی وطن سے طلب کرلیے۔

ابتدا میں کچھ عرصے تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ناندیڑ میں بھی رہا اور یہاں پر ایک مجذوب صفت بزرگ حضرت حسین شاہؒ سے فیض بھی حاصل کیا اور یہیں سے اجمیر، سورت، بمبئی اور ریاست حیدرآباد کے اکثر اضلاع اور دیہات کا دورہ کرنے کے بعد ۱۳۱۳ھ میں مستقل طور پر شہر حیدرآباد تشریف لاکر محلہ مغل پورہ میں نواب نادر جنگ کی دیوڑھی کے قریب ایک مکان میں ٹھیرے۔ یہاں چندے قیام کے بعد اندرون فتح دروازہ دیوڑھی نواب اقبال الدولہ مرحوم کے قریب ایک مکان خرید کر وہاں منتقل ہوگئے اور آخر دم تک وہیں رہے۔ چنانچہ حضرتؒ کی اولاد بھی آج تک اسی مکان میں مقیم ہے۔

حضرت حبیب عیدروس رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست صوفی اور جید عالم، تہجد گزار اور پابند شریعت، بلند پایہ مصنف و مولف اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ شہر حیدرآباد کے بعض مشائخین سے بھی حضرت علیہ الرحمہ کو سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں بیعت اور خلافت حاصل تھی۔ درس و تدریس اور رشد و ہدایت اور اوراد و وظائف اور ریاضت و عبادت ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ ناندیڑ میں مدرسہ اسلامیہ عیدروسیہ حضرتؒ نے ہی قائم کیا جہاں طلباء کو دینی تعلیم مفت دی جاتی تھی۔ امیر اور غریب، عالم اور جاہل سب کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ اکثر حاجت مندوں کو عرض مطلب سے پہلے جواب مل جاتا تھا۔ ہزاروں لوگ اور خاص طور پر عرب کثرت سے مرید تھے۔ حکومت نظام کی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دو سو روپیہ ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔ حضرت علیہ الرحمہ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کی تعداد سولہ ۱۶ تک پہنچ چکی تھی۔ مطبوعات میں قابل ذکر تریاق النفس، کواکب الدریہ والیواقیت اللولوئیہ اور تاج الفردوس ہیں۔ قلمی ذخائر میں خاتمہ تاج الدرس، نفحات القدوسیہ جو گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور مجالس السنیہ

قابل ذکر ہیں یہ تمام کتب عربی زبان میں ہیں۔

حضرت علیہ الرحمہ کے خرقِ عادت کے تعلق سے متعدد واقعات مشہور ہیں چنانچہ ایک دفعہ حضرتؒ کے کسی خادم نے عرض کیا کہ: "حضرت میں اس سال زراعت کرنا چاہتا ہوں۔ زمانہ بارش کا ہے لیکن میرے پاس صرف ایک بیل ہے دوسرا بیل میسر آجائے تو کھیتی کا کام انجام پاسکتا ہے۔ یہ سنکر حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ" فلاں مقام پر جاؤ۔ وہاں ایک بیل بندھا ہوا ہے۔ کھول کر لاؤ اور تم اپنا کام لینے کے بعد پھر اسی جگہ لیجاکر باندھ دینا"۔ وہ خادم حسبِ ہدایت جب اس مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کالا بیل بندھا ہوا ہے۔ کھولکر ساتھ لے گیا اور کام لینے کے بعد پھر اسی جگہ لیجاکر باندھ دیا۔ چند قدم واپس ہوکر پلٹ کر دیکھا تو بیل غائب تھا"۔

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ م ۱۹۲۷ء کو دوشنبہ کے دن (۹۹) سال کی عمر میں بزمانہ رئیس دکن میر عثمان علی خاں آصفجاہ ہفتم حضرتؒ کا وصال ہوا مسجد افضل گنج میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور حسبِ فرمان شہریار دکن آصفجاہ سابع خطہ صالحین واقع نام پلی میں دفن ہوئے۔ بعد وفات حضرتؒ کے صاحبزادہ حضرت حبیب احمد خلیفہ و جانشین ہوئے جن کا ۱۱ ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ کو انتقال ہوچکا اور اب ان کے صاحبزادہ حضرت حبیب جعفر بن حبیب احمد مسند رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار محلہ نام پلی کے مقبرہ خطہ صالحین میں واقع ہے۔ مزار مستطیل کمرہ میں ہے اور مغرب کی طرف سے مستطیل کمرہ کا چبوترا ہے۔ حضرت کے مزار کے دائیں جانب مولوی خیر المبین واعظ کا مزار اور بائیں جانب حکیم عبدالرحمن سہارنپوری کا مزار ہے۔

مزار مزار گچی کا اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۵" انچ لمبا ۴ فٹ ۵" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۱۰" انچ اونچا ہے۔ مزار پر شامیانہ کھینچا ہوا ہے۔

کتبے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تین کتبے نصب ہیں۔ ایک کتبہ سنگ موسیٰ میں کندہ ہے اور دو مٹی کے ہیں جنھیں ابرک اور سفیدہ کی پالش کرکے کندہ کیا گیا ہے۔

۱۔ سنگ موسیٰ کا یہ کتبہ مزار کے سرہانے نصب ہے۔

نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حبیب عیدروس بن حسین بن احمد العیدروسی العلوی الحسینی

وفات ۱۳ شہر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

اَلْبَتُهُ دُمُ عَلَيْكَ فِي جَنَّةٍ عَالِيَه

۱۳ ھ ۴۶

۲۔ خط نسخ میں مٹی کا یہ کتبہ بالین مزار نصب ہے

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

الحمد للہ المنفرد بالبقا وصلاۃ وسلاما

علی حبیب المنتقی وبعد فقد انتقل الی رحمۃ

مولاہ عز وجل سیدنا امام الاجل

محی الطریقۃ العیدروسیہ ومجدد

حادثہ من البیت العلویہ الحبیب عیدروس بن

الحسین بن احمد بن عمر بن احمد بن عبد الرحمن

بن محمد بن احمد بن الحسین القطب عبد اللہ العیدروس

باعلوی یوم الاثنین ثلاث عشر من

ربیع الثانی سنۃ ستۃ واربعین وثلاثمائۃ والف

۳۔ خط نسخ میں مٹی کا یہ کتبہ پائیں مزار نصب ہے

السید العیدروسی کالتاج فوق الروس

یا نوس لتحظی بکل تحصد نفیس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھذا ضریح صاحب الاسرار

والانوار سامی الشرف والفخار

الحبیب عیدروس بن الحسین بن احمد

بن عمر بن احمد بن عبد الرحمن بن محمد

بن احمد بن الحسین بن قطب الاکبر

عبد اللہ العیدروس ثلاث عشر ربیع الثانی

سنہ ۱۳۴۶

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ۱۳ تا ۱۵ ماہ ربیع الثانی کو ہر سال پابندی سے ہوا کرتا ہے۔ ۱۳ ربیع الثانی کو صندل حضرتؒ کے مکان واقع فتح دروازہ سے نکل کر خطہ صالحین جاتا ہے۔ ۱۴ تاریخ کو چراغاں اور قصائد بردہ کی مجلس ہوتی ہے۔ اور ۱۵ تاریخ کو ختم قرآن پاک اور فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ یہ تمام مراسم حضرت علیہ الرحمہ کے پوتے مولانا حبیب جعفر بن احمد ادا کرتے ہیں۔

اصغر حسینی اصغر رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۷۶ھ بلدہ حیدرآباد • وفات ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۴ء بلدہ حیدرآباد

(۲)

سید محمد شاہ اصغر حسینی نام، منجھلے میاں عرف اور اصغر تخلص تھا۔ حضرت سید شاہ ہاشم حسینیؒ عرف محمد شاہ میاں چشتی برادرزادہ و جانشین حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحبزادہ تھے۔ ۱۲۷۶ھ کو اپنے موروثی مکان محلہ اعتیاد جوک بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ علامہ سید نور الاصفیا ثانی قادر الملک خلف علامہ نور الحسین قادر اور مولانا سید خلیلؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد بارہ سال کی عمر میں اپنے دادا حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کے مرید ہوگئے تھے۔ علوم باطنی کی تحصیل اور سلوک کے منازل طے کرا کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۰ھ میں خرقۂ خلافت عطا کرکے اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا چنانچہ والد بزرگوارؒ کے وصال کے بعد ۱۳۳۹ھ میں مسند نشین رشد و ہدایت ہوئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت حسین اور ذی وجاہت، متناسب الاعضاء اور متوسط قامت، پابند صوم و صلوٰۃ اور ریاضت کش، حافظ قرآن اور حافظ مثنوی، اچھے شاعر اور بہترین قاری تھے۔ گفتگو بہت ہی مختصر فرماتے تھے۔ قوالی سے خاص

رغبت تھی۔ فنونِ سپاہگری اور فنِ تعمیر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنے دادا حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کا عالیشان گنبد اور سماع خانہ حضرت ؒ کی ذوقِ تعمیر کا شاہکار ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کا اردو اور فارسی غیر مطبوعہ کلام ان کے خاندان میں موجود ہے۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے۔

یہ سلسلہ زلفِ عنبریں کا دھواں ہے کس کے دلِ حزیں کا
جو سرخ چہرہ ہے اس حسیں کا اثر ہے کس آہِ آتشیں کا

(اُردو)

مدینہ واللہ کیا مکاں ہے جہاں وہ سردارِ انس و جاں ہے
فلک سے بڑھ کر وہ آستاں ہے یہ رتبہ اصغرؔ ہے اس زمیں کا

(فارسی)

مرا سرسبز دار از آبِ رحمت ❊ کہ ہستم از گلستانت گیاہے
رود کئے از درت اصغرؔ بجائے ❊ کہ او را از درِ تو نیست راہے

حضورِ نظام آصف جاہ سابع کو حضرت ؒ سے گہری عقیدت تھی۔ شاہی محل کی اکثر بیگمات حضرت ؒ کی مُرید تھیں۔ کامل دس سال اپنے فیض رشد و ہدایت سے عوام کو بہرہ ور فرمانے کے بعد ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء) کو (۷۴) سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ کہتے ہیں کہ وقت وصال قوال کو طلب فرما کر حضرت علیہ الرحمہ نے یہ شعر پڑھنے کو کہا ؎

"جسم بگزارم سراسر جاں شوم ❊ رفتہ رفتہ نزد دلدارے روم"

اسی شعر پر حضرت کو بیخودی طاری ہوئی اور روحِ پاک نے قیدِ جسم سے آزادی حاصل کی۔ نمازِ جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی اور اندرون گنبد حضرت شاہ خاموش ؒ دفن ہوئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ سید شاہ معین الدین حسینی اور دوسرے سید شاہ صابر حسینی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ہی چھوٹے صاحبزادہ سید شاہ صابر حسینی کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ بعد میں وہی ان کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے۔ (جدید)

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گنبد شاہ خاموشؒ کے اندر جنوب و مشرقی گوشے کا دوسرا مزار ہے۔ مشرقی سمت کا پہلا مزار حضرتؒ کے بڑے بھائی سید شاہ اکبر حسینیؒ کا ہے اور اسی کے متصل و ملحق مغربی جانب کا دوسرا مزار حضرت علیہ الرحمہ کا ہے۔ پورا مزار بہترین سنگ مرمر کا ہے وہ ۵ فٹ ۸" انچ لمبا ۳ فٹ ۱" انچ چوڑا اور ۲ فٹ ۱" انچ اونچا ہے۔ یہ مزار اصلی مزار کی نقل ہے۔ حضرتؒ کا اصلی مزار بالکل اسی کے نیچے تہہ خانہ میں ہے۔ تہہ خانہ کی تفصیلات حالات حضرت شاہ خاموشؒ میں دی گئی ہیں۔

عرس حضرت علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس ۲۷ ماہ ذی الحجہ کو پابندی سے ہوا کرتا ہے۔ حضرتؒ کے حقیقی پوتے مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی چشتی صابری سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ خاموشؒ مراسم عرس و صندل ادا فرماتے ہیں۔ مجلس سماع منعقد ہوتی ہے اور مزار کو غلاف اور چادر گل سے سجایا جاتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

مچھلی والے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء بلدہ حیدرآباد

—(※)—

جمال خاں نام، کمال اللہ شاہ مرشد کا دیا ہوا لقب اور مچھلی والے شاہ عرف تھا بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ سلسلہ قادریہ اور چشتیہ سہروردیہ اور نقشبندیہ میں حضرت سلطان محمود اللہ شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے جن کا مزار پولیس اسٹیشن نیاپل کے پیچھے ہے مرید اور خلیفہ تھے۔

شروع ہی سے حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی بالکل صوفیانہ مشرب کی رہی۔ ذکر و شغل اور زہد و تقویٰ ریاضت اور شب بیداری میں زیادہ وقت گزرتا تھا۔ سکندرآباد

مارکٹ میں خشک مچھلی کی تجارت کرتے تھے اور بنظر سہولت وہیں محلہ جلکل گڑھ میں سکونت اختیار کر لیئے تھے۔ مُریدوں اور معتقدوں کے مجبور کرنے پر سنہ ۱۳۳۰ھ میں مچھلی کی دُکان اللہ کے نام پر لُٹا کر بالکل متوکلانہ حالت میں اپنے متعلقین کیساتھ جاوڑی نانامیاں بلدہ حیدرآباد میں آکر رہ گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ عربی اور فارسی کے جید عالم اور اپنے وقت کے صاحب کیفیت زبردست صوفی تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود کو بڑی خوبی سے سمجھاتے تھے۔ ایکمرتبہ علامہ برکات احمد دیوبندی نے جو شہر حیدرآباد میں مولانا مناظر الحسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کے مہمان تھے مسئلہ توحید کے بارے میں حضرت علیہ الرحمہ سے تشفی چاہی مسلسل تین دن تک مباحثہ گرم رہا آخر کار تیسرے ہی دن علامہ موصوف کی تسلّی ہوئی اور وہ حضرتؒ کی بزرگی اور علمی قابلیت کے قائل ہوکر یہ کہتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کو بوسہ دیئے کہ "میں نے ہندوستان کے تقریباً ہر بڑے شہر کا دورہ کیا لیکن کسی مُرشد یا فقیر کو ایسے پایہ کا نہیں دیکھا"۔

حیدرآباد کے ہزاروں عوام اور مشاہیر علماء اعلیٰ عہدیدار اور بڑے بڑے قابل لوگ مثلاً مولوی محمد حسینؒ ناظم دینیرتی اور مولوی احمد حسینؒ، حضرت غوثیؒ شاہ اور علامہ مناظر الحسن گیلانی، پروفیسر الیاس احمد برنی اور نواب سعید جنگ چیف جسٹس ہائی کورٹ، نواب نثار یار جنگ تعلقدار اور مولوی سید حسین اور مولوی صبغتہ اللہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جن میں سے اول الذکر تینؒ حضرات کو حضرت علیہ الرحمہ سے شرف خلافت بھی حاصل تھا۔

ریاست حیدرآباد کے صدرِ اعظم وقت (وزیر اعلیٰ) نواب حیدر نواز جنگ سر اکبر حیدری کو حضرت علیہ الرحمہ سے خاص عقیدت تھی چنانچہ انھوں نے کئی مرتبہ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر یومیہ اور وظیفہ مقرر کرنے کی استدعا کی لیکن حضرتؒ

کبھی منظور نہیں فرمایا۔ آخر سر اکبر حیدری کے بعد اصرار اور منت و لجاجت پر حضرت علیہ الرحمہ نے صرف تیس ۳۰ روپیہ ماہانہ کی اجازت دی تھی جو حضرتؒ کی زندگی بھر جاری رہا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ مزاج اور سادہ لباس تھے۔ جسم پر کرتہ اور سر پر خرمئی رنگ کا شملہ، کندھے پر رومال اور پاؤں میں دیسی جوتا ہوتا تھا۔ تہمد باندھتے تھے۔ کبھی کسی مُرید یا معتقد کو پاؤں چومنے یا پاؤں کو ہاتھ لگانے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ ہر شخص کو مولیٰ کے لفظ سے مخاطب فرماتے تھے۔ چاروں سلسلوں میں مرید کرتے تھے۔ لیکن میلان طبع سلسلۂ عالیہ قادریہ کی طرف زیادہ تھا لیکن سماع کو بہت شوق سے سنتے تھے۔ اپنے مرشد کا سالانہ عرس بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے تھے عہ وفات سے ایک سال پہلے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہو چکے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دو ۲ محل تھے لیکن اولاد کسی سے بھی نہیں ہوئی۔

۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ کر عالم جاودانی کو سدھارے اور مسجد ٹھگی جیل کے وسیع قبرستان میں دفن ہوئے۔ بعد وفات حضرت علیہ الرحمہ کے تیسرے خلیفہ حضرت غوثی شاہ رحمۃ اللہ علیہ باتفاق جمہور جانشین قرار دیئے گئے

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار چادر گھاٹ کے پل سے ٹھگی جیل کو جانے والی سڑک کے دائیں جانب مسجد ٹھگی جیل سے متصلہ مشرقی

عہ جناب مولوی غلام محمد محسن صاحب گتہ دار ساکن کاچی گوڑہ جو اسّی برس کے ضعیف اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید صادق ہیں وہ باوضو حالت میں مرشد کو یاد کر کے زار و قطار روتے ہوئے اس فقیر سے لپٹ گئے اور یہ فرمائے۔

"کیا بولوں مرشد اللہ۔ نام عرس کا ہوتا تھا۔ لیکن کھلانا مقصود ہوتا تھا۔ چھ پتیلے کا پکوان میرے ہاتھ پر ہوتا تھا یہی شہاب الدین جودھری بیگم بازار سے گوشت خرید لاتا تھا"۔

عام قبرستان میں باب الداخلہ سے چند قدم کے فاصلہ پر نیم کے درخت کے سایہ میں واقع ہے

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار سنگ سیلو سے پختہ تعمیر کیا ہوا ہے۔ وہ ۶ فٹ ۲ انچ لمبا ۴ فٹ چوڑا اور ایک فٹ ۴ انچ اونچا ہے۔ مزار کے دونوں جانب شرق اور مغرب میں حضرتؒ کے اہلیہ محترمات کے قبور ہیں۔

کتبہ سنگ مرمر کا یہ کتبہ خط نستعلیق میں کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

ہو الغفور

بلبل گلزار وحدت طوطی عرفاں بیاں
واقف سر حقیقت سالک راہ خضر راہ
چوں بحق پیوست اقمر مصرع تاریخ گفت
آں مقدس واصل رب شد کمال اللہ شاہ

۱۳ ھ ۵۱

تحریر مرزا محمد علی ... بن ... کمال ...

عرس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور معتقد خلوص کے ساتھ شریک ہوتے اور فاتحہ گزرانتے ہیں۔ مولانا صحوی شاہ خلف حضرت غوثی شاہ علیہ الرحمہ بحیثیت سجادہ نشین مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

طاہر بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۹۶ھ بلدہ حیدرآباد   وفات ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۷ء بلدہ حیدرآباد

نسب کا شجرہ اس طرح ہے :- سید شاہ طاہر بادشاہ قادری ابن سید شاہ حسینی بادشاہ ثانی ابن سید کمال شاہ قادری ابن سید حسینی بادشاہ اول ابن سید شاہ عبدالرحمن قادری ابن حضرت سید شاہ موسیٰ قادری شہید اورنگ آبادیؒ جو پوتے تھے حضرت

سید شاہ عبدالقادر ثانی بغدادی اورنگ آبادی عرف شاہ قادر اولیاؒ کے۔

۲۷ رجب ۱۲۹۶ھ روز جمعہ کو بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی والد بزرگوار علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت حاصل کی سلسلۂ قادریہ میں والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے اور سلسلۂ چشتیہ میں حضرت مولانا حسن الزماں چشتی خلیفہ حضرت سید محمد علی خیرآبادی سے خلافت حاصل تھی والد بزرگوارؒ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ زیادہ وقت مسجد ملک دانا کے کمرہ میں اپنے اجداد عالیہ کی درگاہ کے قریب ذکر و شغل اور تلاوت قرآن پاک میں گزرتا تھا۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور قناعت پسند گوشہ نشین اور متوکل صوفی تھے مسجد میں روزانہ پنجوقتہ نماز خود پڑھاتے اور ہر روز آدھا قرآن پابندی سے ختم فرماتے تھے۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت صدر اعظم ریاست حیدرآباد کو حضرتؒ سے گہری عقیدت تھی۔ راقم الحروف فقیر نے بھی اکثر اوقات حضرتؒ کو تلاوت قرآن پاک میں معروف دیکھا اور بارہا مخلصانہ ملاقاتیں حاصل کر چکا ہے۔

۵ ماہ ذی القعدۃ الحرام ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۷ء کو وصال ہوا اور اپنے والد بزرگوارؒ کے پائنتی صحن مسجد ملک دانا میں خانقاہ کے روبرو دفن ہوئے۔ بعد وفات حضرت علیہ الرحمہ کے صاحبزادے سید حسینی بادشاہ قادری ثالث سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نہایت گورے چٹے اور متوسط قامت تھے۔ ڈھیلا ڈھالا سفید کرتہ اور صدریہ تہمد اور سر پہ بغدادی ٹوپی کاندھے پر رومال یہ روزانہ کا معمولی لباس تھا۔ کبھی کبھی کہیں باہر نکلتے تو سر پر سفید شملہ جسم پر شایہ اور پاؤں میں قدیم وضع کا آبائی شاہی جوتا اور ڈھیلا پاجامہ استعمال کرتے تھے۔ (حدید)

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پرانا پل سے گولکنڈہ جانے والی سڑک کے بائیں کنارے محلہ مستعد پورہ میں مسجد ملک دانا کے صحن میں خانقاہ کے

ھذا المسا

روبرو واقع ہے۔ مزار گچی کا ہے اور اس وقت تک اچھی حالت میں ہے۔ وہ ۶ فٹ
لمبا ۴ فٹ چوڑا اور ۲ فٹ ۳" انچ بلند ہے۔ اس مزار کے سرہانے کی قبر حضرتؒ کے والد
بزرگوار حضرت سید حسینی بادشاہ قادری ثانیؒ کی ہے

عرس حضرت علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات ۵ ذیقعدہ ہر سال پابندی سے معمولی
طور پر مراسم عرس ادا ہوتے ہیں۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے

سید نصیر الدین احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش سنہ ۱۲۸۵ھ بلدہ حیدرآباد　　　وفات سنہ ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء بلدہ حیدرآباد

(※)

یہ بزرگ شہر حیدرآباد کے بہت ہی معزز اور ممتاز مشائخ خاندان کے
چشم و چراغ اور حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے تشرف بیعت
ارادت و خلافت والد بزرگوار حضرت سید شاہ سعد الدین محمد قادریؒ سے حاصل
تھا۔ کمسنی ہی میں والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مریدوں اور
معتقدوں نے حضرتؒ کو مسند رشد و ہدایت پر بٹھا دیا۔ تعلیم و تربیت پر حضرت
علیہ الرحمہ کی والدہ محترمہ اور حقیقی بہنوئی سید شاہ اولیا حسینی نعمت اللہی سجادہ
بیدر و دیسمکھ پیٹرم نے خاص توجہ فرمائی۔ سن بلوغ کو پہنچے تو سید شاہ صغیر احمد
محمد الحسینی سجادہ درگاہ حسین شاہ ولیؒ کی بڑی صاحبزادی سے حضرتؒ کا عقد ہوا

قادریہ سلسلہ میں سینکڑوں لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اپنے
جد اعلیٰ حضرت غوث الثانی سید شاہ میراں حسین حموی القادری البغدادیؒ کا سالانہ
عرس بصرفہ زر کثیر بہت اعلیٰ پیمانہ پر فراخدلی کے ساتھ کرتے تھے۔ شہر حیدرآباد کے
امراء اور رؤسا۔ مشائخین اور علمائے ریاست کے اعلیٰ عہدیدار اور مستند فقرا عرس کی

سب خاص و عام حضرتؒ کی دعوت میں شریک رہتے تھے۔ دعوتی اشخاص سے چار گنا زیادہ غیر دعوتی اشخاص کی تعداد ہوتی تھی۔ شہر کے تقریباً ہر محلہ اور کوچہ و بازار سے سینکڑوں غریب عوام جوق در جوق بن بلائے عرس میں آکر کھاتے تھے۔ عام دعوتیوں کا تو یہ حال رہتا تھا کہ دو دو وقت کھاتے اور پھر اپنے قرابت داروں کے نام سے چار چار حصے مانگ کر اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ ہندو مہمانوں کو سوکھا غلہ اور نقد حصہ تقسیم ہوتا تھا۔ تقریباً بارہ پلہ میدہ گیہوں کی تنوری روٹی اور چار پلہ گوشت اور آلو کا قورمہ پکایا جاتا تھا۔ جب تک ایک ایک آدمی پیٹ بھر کر نہ کھالے اس وقت تک خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ لقمہ منہ میں نہیں ڈالتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے دوست "ملک محمد امین" سیڑم ضلع گلبرگہ میں رہتے تھے۔ حوادثات زمانہ نے انھیں بہت پریشان کر دیا تھا حتیٰ کہ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی۔ حضرت علیہ الرحمہ کو جیسے ہی علم ہوا بہت بے چین ہوگئے۔ اور دوسرے ہی دن کئی تھان پارچہ اور نقد و جنس اپنے آدمی کے ذریعہ ان کے پاس بھیجکر تحریر فرمایا کہ "یہاں حیدرآباد چلے آئیں" ملک محمد امین ایک غیور اور خود دار انسان تھے پہلے تو انھیں اسبات کی حیرت ہوئی کہ میری بدحالی کا حضرتؒ کو کیسے علم ہوا۔ تحفہ تو قبول کر لئے لیکن حیدرآباد آنے میں انھوں نے کچھ تامل کیا۔ اس طرح جب ان کے حیدرآباد آنے میں کافی دیر ہوگئی تو حضرتؒ نے ان کے خواب میں پہنچکر ارشاد فرمایا کہ "ملک کیا سوچتے ہو پریشان مت ہو تم فوراً میرے پاس حیدرآباد چلے آؤ۔" اب تو صاحب موصوف کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خرق عادت اور کشف کا پورا پورا یقین ہوگیا۔ چنانچہ تعمیل حکم میں وہ حیدرآباد چلے آئے اور تقریباً زندگی بھر حضرتؒ کی خدمت میں رہے۔ البتہ وفات سے کچھ دن پیشتر وہ اپنے وطن سیڑم گئے تھے اور وہیں فوت ہوگئے۔ یہ آپ بیتی خود صاحب موصوف نے اپنی زندگی میں راقم الحروف سے بیان کی تھی

غرض کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے صاحب دل اور فرشتہ صفت پاک باطن اور ذی اثر بزرگ تھے۔ علم ظاہر سے زیادہ علم باطن سے مالامال تھے۔ بہت ہی خلیق اور ہمدرد فیاض اور رحم دل سادہ لباس اور سادہ خوراک تھے۔ روزانہ تین وقت کا دستر خوان بہت کشادہ رہتا تھا۔ ہر وقت پندرہ بیس مرید و معتقد شریک طعام رہتے تھے جو شخص بھی ملنے کے لئے آئے بغیر کھلائے رخصت نہیں فرماتے تھے راقم الحروف پر خاص نظر شفقت رکھتے چنانچہ راقم الحروف کی شادی میں حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پھول پہنائے۔ اور باوجود ضعیفی کے عام براتیوں کی طرح جلوس شادی میں پیدل شریک رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قد میانہ اور رنگ سرخ و سفید نشیلی اور چمکدار آنکھیں اور پیوستہ ابرو چہرہ نورانی اور آواز گرجدار گھنی داڑھی اور سر میں زلفیں سڈول جسم اور نہایت حسین، جسم پر سفید ململ کا کرتہ اور دوہرا پاجامہ سر پر صیتی رومال اور پاؤں میں دہلی کا چڑھاوین جوتا۔ باہر نکلتے تو ہاتھ میں عصا اور بغل میں رومال سر پر زرد شملہ اور شیروانی زیب تن فرماتے تھے۔ خاص موقعوں پر شایہ پہنتے تھے۔ حضرت علیہ الرحمہ کی ایک یتیم بھانجی کے تقریب عقد کی دعوت میں شہریار دکن نواب میر عثمان علیخاں آصفجاہ سابع نے حضرتؒ کے مکان واقع کاروان ساہواں پر بنفس نفیس حاضری دیکر اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا تھا۔

۲۳ ماہ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء روز جمعہ کو (۷۳) سال کی عمر میں بعارضہ فالج اللہ کو پیارے ہوئے اور لنگر حوض میں اپنے جد اعلیٰ کے روضہ کے قریب اندرون احاطہ دفن ہوئے۔ باقیات صالحات میں حضرتؒ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ سید شاہ سعد الدین محمد قادری، سید شاہ پیراں حسینی قادری، سید شاہ فرید الدین احمد قادری۔ چنانچہ بڑے صاحبزادہ سید شاہ سعد الدین محمد قادری اس وقت اپنے پدر محترم

قائم مقام اور سجادہ نشین درگاہِ جدِ اعلیٰ ہیں۔ (جدید)

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار لنگر حوض میں روضہ حضرت غوث الثانی بغدادی علیہ الرحمہ کے متصل مشرقی جانب اندرون احاطہ واقع ہے۔ مزار سنگ سیلو سے تعمیر کیا ہوا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ وہ ۵ فٹ ۵ اِنچ لمبا ۲ فٹ ۱۱ اِنچ چوڑا اور ایک فٹ ۴ اِنچ اونچا ہے۔ تعویذ کے درمیانی حصے میں خالی جگہ پر ہر وقت سبزہ اُگا رہتا ہے۔ مزار کے چاروں گوشوں پر چار لکڑی اور چار آڑی لوہے کی سلاخیں نصب ہیں تاکہ مزار پر سائبان یا پھولوں کی کوئی بیل چڑھائی جائے

عرس مقررہ تاریخ وفات پر سجادہ صاحب کے مکان پر معمولی طور پر فاتحہ سالانہ ادا ہوتے اور مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی جاتی ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

کریم الدین حسینؒ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۳۰ سنہ ۱۳۰۱ھ شہر حیدرآباد وفات سنہ ۱۳۶۰ھ بلدہ حیدرآباد

(۞)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب سلطان التارکین حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ چنانچہ نسب کا شجرہ اس طرح سے ہے۔

محمد کریم الدین حسین بن محمد شریف[۲] بن محمد عبد الرحمن[۳] بن محمد مراد بخش[۴] بن سید محمد[۵] بن عبد النبی[۶] بن محمد شفیع[۷] بن عبد الرشید[۸] بن عبد الرحیم[۹] بن شیخ خیر دانہ[۱۰] بن کمال الدین[۱۱] بن شیخ عبد القادر[۱۲] بن شیخ عبد الفتاح[۱۳] بن شیخ محمد معروف[۱۴] بن شیخ مخدوم[۱۵] حسین بن شیخ محمد خالد بن شیخ محمد نظام بن حضرت سلطان التارکین قاضی حمید الدین[۱۸] صوفی ناگوری بن شیخ احمد[۱۹] بن شیخ محمد[۲۰] بن شیخ ابراہیم[۲۱] بن شیخ محمد[۲۲] بن شیخ محمود[۲۳] بن شیخ عبد اللہ[۲۴] بن شیخ عمر[۲۵]

بن شیخ نصیر[۲۶] بن شیخ ابراہیم[۲۷] بن شیخ عبدالرحمن[۲۸] بن شیخ یوسف[۲۹] بن شیخ علی[۳۰] حارث بن شیخ حسین[۳۱] بن شیخ سعید[۳۲] بن حضرت زید[۳۳] بن امیرالمومنین امام العادلین حضرت سیدنا عمر[۳۴] فاروق ابن الخطاب خلیفہ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ؛

۲۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۰۳ھ کو بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا حضرت سید فرزند علی شاہ ابوالعلائی سجادہ درگاہ حضرت "شیخ جی حالی" کی نگرانی اور سرپرستی میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور ان ہی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سترہ سال کی عمر میں نانا کے قائم مقام اور درگاہ حضرت شیخ جی حالیؒ کے سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی صابر و شاکر اور مستقل مزاج، قانع اور متوکل، خلیق اور بامروت، ذاکر و شاغل اور تہجد گزار، گوشہ نشین اور صاحب باطن صوفی تھے۔ اکثر اوقات فقر و فاقہ کی نوبت آجاتی مگر حضرتؒ کی پیشانی پر بل اور زبان پر حرف شکایت نہیں آتا تھا۔ بزرگوں کے سالانہ فاتحہ اور عرس میں بڑی فیاضی سے کام لیتے اور کافی رقم خرچ کرتے تھے۔ سینکڑوں لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔

۴ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ م ۱۹۴۱ء کو (۵۷) سال کی عمر میں وصال ہوا اور درگاہ حضرت شیخ جی حالیؒ کے احاطہ میں اپنے نانا حضرت سید فرزند علی شاہ علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے (دیکھو حیات قاسمی ص ۶۹)

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار درگاہ حضرت شیخ جی حالی رحمۃ اللہ علیہ کے چبوترے پر غربی جانب متصل مزار حضرت سید فرزند علی شاہؒ واقع ہے۔

مزار پختہ گچی کا ہے اور اچھی حالت میں ہے۔ وہ ۴ فٹ ۷" انچ لمبا اور ۲ فٹ ۳" چوڑا ہے۔

کتبہ خط نستعلیق کا حسب ذیل تاریخی کتبہ سنگ مرمر میں کندہ اور سرہانے نصب ہے۔

آہ تھے سید کریم الدین ☆ گنج اسرار شیخ جی حالی ؒ
واصل حق ہوئے کہو عارف ☆ عین انوار شیخ جی حالی ؒ
۱۳۶۰ھ

عرس تاریخ وفات ۱۴ ماہ جمادی الاول کو ہر سال حضرت ؒ کا عرس و صندل ہوتا اور مزار پر چادر گل چڑھائی جاتی ہے۔ موجودہ وقت سنہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء میں حضرت علیہ الرحمہ کے بھتیجے صوفی شاہ محمد صابر علیؒ ابو العلائی متولی اور سجادہ نشین ہیں۔

سید احمد رفاعی بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

سید الیٹس ؒ — وفات سنہ ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء بلدہ حیدرآباد

(ش)

حضرت سید عبد الغنی آفندی رفاعی متوفی سنہ ۱۳۴۲ھ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت ؒ کے والد بزرگوار ؒ کا نام سید عبد الرحیم تھا۔ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔

سنہ ۱۳۳۲ھ میں بعہد حکومت نواب میر عثمان علی خاں آصفجاہ سابع اہلیہ محترمہ اور نسبتی برادر قادری سید عبد الکریم مصری کو ساتھ لیکر بڑے بھائی سے ملنے کے لیے بلدہ حیدرآباد تشریف لائے اور ہمیشہ کے لیے یہیں رہ گئے۔ سلسلۂ رفاعیہ اور قادریہ میں بڑے بھائی کے مرید اور خلیفہ تھے اور ان ہی کی سفارش پر حضور نظام آصفجاہ سابع نے حضرت کے لیے خزانہ صرف خاص سے ماہانہ ایک سو روپیہ وظیفہ مقرر کیا تھا جو زندگی بھر جاری رہا۔ چونکہ پہلی بیوی سے حضرت ؒ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لئے حیدرآباد آنے کے بعد یہاں حبیب مقبل یمنی کی صاحبزادی سے دوسرا

عقد کیا جن کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی ہاجرہ بتول یادگار ہے جو اس وقت بحمد اللہ صاحب اولاد ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت عابد اور زاہد متقی اور خدا پرست متین اور کم سخن ہنس مکھ اور خوش اخلاق ہمدرد اور رحمدل صوفی تھے۔ اکثر حاجت مند حضرت علیہ الرحمہ کے پاس آتے تھے اور حضرتؒ ان کی گنڈہ ڈوری تعویذ وظیفہ اور دعا سے خدمت کر دیا کرتے تھے۔ راقم الحروف فقیر طالع پر خاص نظر عنایت تھی اور بغیر چائے پلائے روانگی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ محلہ سلطان پورہ متصل مسجد کھڑا وال شاہ محل اوّل کے پاس اور محلہ چنچل گوڑہ متصل دیوڑھی دولہ خاں نواب محل دوم کے پاس اس طرح دو مکانوں میں حضرتؒ کی سکونت تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت سُرخ و سفید تھے غذا نہایت سادہ اور لباس بالکل صوفیانہ تھا۔ جسم پر ڈھیلا ڈھالا سفید کرتہ۔ صدریہ اور شلوار۔ سر پر بغدادی وضع کی ٹوپی اور اس پر سفید اوڑھنی ہاتھ میں تسبیح اور پاؤں میں چپل ہوتی تھی۔ ۲۳ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء) کو عمر طبعی میں وصال ہوا اور مسجد الٰہی چادر گھاٹ کے صحن میں دفن کئے گئے۔

مزار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسجد الٰہی چادر گھاٹ کے صحن کے وسیع قبرستان میں جانب مشرق واقع ہے۔ مزار گچی کا پختہ ہے وہ ۶ فٹ ۶" انچ لمبا ۱ فٹ ۱۱" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۹" انچ اونچا ہے مزار کے چاروں طرف پتھر کی بندش ہے۔

کتبہ

عربی زبان کا یہ کتبہ خط نسخ میں سنگ سیلو پر کندہ اور مزار کے سرہانے نصب ہے۔

> ھٰذا ضریح عارف باللہ بحر العلوم والمعارف والولی الکامل مولانا السید احمد الحسینی القادری البغدادی انزل اللہ علیہ سماء اللہ الرحمۃ والرضوان، انتقل جوار الی الرحمۃ رب المنان ظہر یوم الاحد الثلث والعشرین من ذی الحجۃ الحرام ۱۳۶۹ھ

عرس عرس کے لیے کوئی آمدنی یا معمول مقرر نہیں ہے اور نہ حضرتؒ کے کوئی اولاد ذکور رہے۔ البتہ بیوگان حضرت معمولی طور پر مکان پر فاتحہ سالانہ دلواتے ہیں

حافظ غلام محمد زعم رفاعی القادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۹۵ھ بلدہ حیدرآباد وفات ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء بلدہ حیدرآباد

(۱)

سید شاہ غلام محمد نام ابوالبرکات کنیت، سانگڑے سلطان مشکل آسان ثانی لقب اور زعم تخلص تھا۔ سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے حضرت سیدنا امام محمد موسیٰ الکاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ہفتم سے اور حسب ذیل ۲۲ واسطوں سے سلطان الواصلین حضرت سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

ابوالبرکات حافظ سید شاہ غلام محمد زعم ابن صاحب عالم سید شاہ عنایت[۲] اللہ حسینی شہید ابن سید شاہ بدیع[۳] الدین ابن سید محمد[۴] ابن سید جلال[۵] الدین ابن سید[۶] نجم الدین ابن سید[۷] سالار ثانی ابن سید[۸] احمد ابن سید[۹] سالار ابن سید میر[۱۰] انجی ابن سید معین[۱۱] الدین ابن سید[۱۲] احمد منجھلے چلہ دار ابن سید علی[۱۳] سانگڑے سلطان مشکل آسان تند ہادی ابن سید احمد[۱۴] ذکریا ابن سید محمد[۱۵] ذکریا ابن سید[۱۶] ابراہیم سپہ سالار ابن سید برہان[۱۷] الدین ابن سید شریف[۱۸] محمد ابن سید احمد[۱۹] حسینی ابن سید تاج[۲۰] الدین عبدالعظیم ابن سید مہذب[۲۱] الدین ابن سلطان الواصلین حضرت سید احمد کبیر[۲۲] معشوق اللہ رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۵ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ کو بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔ حضرتؒ کے پھوپا قاضی محمد امیرالدین پونیری نے جامعہ نظامیہ کی بناء ڈالی تو اس میں مولانا محمد عبدالکریم افغانی سے تفسیر مولانا محمد یعقوب سرہندی سے

فقہ اور مولانا محمد عبدالوہاب محدث نقشبندی سے حدیث کی تعلیم پائی۔ شعر و سخن میں میر تراب علی زور سے تلمذ حاصل کیا۔ پچیس ۲۵ سال کی عمر میں قبرستان کی ایک آواز اور مولانا محمد عبدالوہاب محدث کے فیض صحبت سے طبیعت نے یکایک پلٹا کھایا قرآن شریف حفظ کیا اور وعظ و رشد و ہدایت کی خاطر حیدرآباد سے نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت علیہ الرحمہ کو اپنے پدر بزرگوار صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہیدؒ سے سلسلہ رفاعیہ اور قادریہ کی مولانا عبدالوہاب محدث سے سلسلہ نقشبندیہ کی اور مولانا انوار اللہ خاں نضیلت جنگ مرحوم سے سلسلۂ چشتیہ کی بیعت و خلافت حاصل تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بالکل متوکل علی اللہ تھے۔ عمر کا بیشتر حصہ اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام الٰہی میں گزرا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے دور دراز مقامات پر پہنچکر رشد و ہدایت کرنے میں جو زحمتیں اٹھائیں اور سینکڑوں کو حلقہ اسلام میں شامل کیا۔ اس کی تفصیلات حضرتؒ کے خود نوشتہ سوانح حیات میں درج ہیں جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور حضرتؒ کے خلف الصدق فرزند ارجمند علامہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۸ ماہ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء کو ۷۶ سال کی عمر میں بعہد حکومت شہریار دکن آصفجاہ سابع بلدہ حیدرآباد میں وصال ہوا۔ مسلم جنگ کے پل کے محاذی دریائے موسیٰ کے کنارے ایک خوبصورت گنبد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ سالانہ عرس ہوتا ہے۔ (دیکھو مشکل آسان ثانی ص

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مسلم جنگ پل کے محاذی دریائے موسیٰ کے کنارے خوبصورت گنبد میں واقع ہے۔ گنبد کا اندرونی میدان ۱۹ فٹ ۶″ انچ مربع ہے اور اس میں سمنٹ اور کنکر کا بہترین فرش ہے۔

گنبد میں داخل ہونے کے لیئے جنوب اور مشرق کی دو سمتوں میں دروازہ نصب ہیں
گنبد سیدنا غلام محمدؒ کے الفاظ سے اس کا سنہ تعمیر ۱۳۶۲ھ نکلتا ہے۔

مزار گنبد کے عین وسط میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گچی کا پختہ تعمیر کیا ہوا ہے اور بہتر حالت میں ہے۔ وہ ۶ فٹ ۱۱ انچ لمبا ۳ فٹ ۱۱ انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔ مزار کے اطراف ۷ فٹ ـــــ ۷ انچ لمبا اور ۴ فٹ ۸ انچ چوڑا لکڑی کا چوکھٹا ہے۔ جس کے اوپر بطور شامیانہ کپڑا تانا گیا ہے۔ نیچے ایک فٹ بلند لکڑی کی جالی ہے گنبد کے اندر اور بھی تین قبور حضرت علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ ایک صاحبزادہ ایک صاحبزادی کی ہے۔ جن کے سرہانے سنگ سیلو کے چھوٹے چھوٹے کتبے نصب ہیں۔

خانقاہ عنایت الٰہی اور بیت الفضائل گنبد کی جنوبی سمت موسٰی ندی کے کنارے "خانقاہ عنایت الٰہی" ۱۳۶۷ھ ہے یہ اس کا تاریخی نام ہے۔ اس کے اندر مغربی حصے میں لوہے کی سبز جالی لگا کر تھوڑی سی جگہ محفوظ کی گئی ہے۔ اس محفوظ حصے میں دو دیواری الماریاں ہیں۔ ایک میں آثار موئے مبارک اور دوسری میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندانی آثار مثلاً پوشاک، برتن، کتابیں اور تحریریں محفوظ ہیں۔

بیت الفضائل کی زمین دوز عمارت کی چھت سطح زمین کے برابر ہے۔ یہ عمارت قیام حفاظ اور زائرین کے لیئے تعمیر کی گئی ہے۔ بظاہر ایک بڑا چبوترہ معلوم ہوتا ہے لیکن اسکے نیچے چھ کمرے ہیں۔ "بیت الفضائل" ۱۳۶۷ھ اس کا تاریخی نام ہے جس سے اسکا سنہ تعمیر نکلتا ہے۔

حوض اور نقار خانہ یہاں دو حوض ہیں۔ ایک حوض خانقاہ اور گنبد کے درمیانی صحن میں مستطیل شکل کا ہے جس پر بطرز قدیم "لہر دریا" کا کام چونہ اور سمنٹ میں کیا گیا ہے۔ دوسرا بڑا حوض خانقاہ کی عمارتوں کے حدود سے باہر نقار خانہ کی سڑک پر واقع ہے جو اب ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔

نقار خانہ کی دو منزلہ عمارت اس شاہراہ پر واقع ہے جو مسلم جنگ پل سے پرانا پل کو براہ عمبرات بازار موسیٰ ندی کے شمالی کنارے کنارے جاتی ہے۔ نقار خانہ کی کمان اتنی اونچی ہے کہ صندل کے جلوس کا اونٹ نشان د جھنڈا کے ساتھ اس میں سے بآسانی گزرتا ہے۔ نقار خانہ سے درگاہ شریف تک سڑک بنی ہوئی ہے اور اس کے دونوں طرف رنگین پھولوں کے خوش وضع سایہ دار درخت لگائے گئے ہیں۔

کتبے

درگاہ شریف اور اس کے متعلقہ عمارات پر چھبیس ۲۶ کتبے نصب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :- (۱) یہ کتبہ جس پر درود شریف البغدادیہ اور حضرت علیہ الرحمہ کا شجرۂ نسب اور شجرۂ خلافت سنگ سیلو میں کندہ ہے مزار کے سرہانے اوپر کی بڑی کمان میں نصب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اللّٰھم صلّ وسلّم علی الرسول السید المستطاب
المعظّم المکرّم احمد النبی العربی القرشی الہاشمی الزمزمی الا
مّی التہامی سید السادات العرب والعجم وامام الطیبۃ والحرم مولٰنا
ومولی العالمین امام الحرمین وصاحب الحجرتین شفیع المذنبین ورحمۃ
للعالمین سیدنا وسندنا وذخرنا وملاذنا ومأوٰنا وملجأنا وقرۃ عیننا محمد
تنحل بہ العقد وتنفرج بہ الکرب وتنقضی بہ الحوائج وتنال بہ الرغائب
ویستسقی بہ الغمام وتشفی بہ الارض والجسم خواتم الاعمال وعلی الہ الکرام
الخیرۃ واصحابہ العظام البررۃ صلوات اللہ وسلامہ الی یوم الدین ؕ

(سلسلہ نسب)	(شجرہ خلافت)	
(۱) حضرت امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا و شفیعنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ الٰہی بحرمت خرقہ خلافت حضرت سیدنا خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ

(۲) حضرت امام ابی عبد اللہ الحسینؓ
۳- حضرت سیدنا امام زین العابدینؓ
۴- حضرت سیدنا امام محمد باقرؓ
۵- حضرت سیدنا امام جعفر الصادقؓ
۶- حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظمؓ
۷- حضرت سید ابراہیم المرتضیٰ المشہور بالمحاربؒ ۸- حضرت سید موسیٰ ثانی
۹- حضرت سید احمد الاسد۔
۱۰- حضرت سید حسن ۱۱- حضرت سید ابو القاسم محمد ۱۲- حضرت سید حسن معروف بہ سلطان مہدی۔
۱۳- حضرت سید ابی علی مکی ۱۴- حضرت سید حازم حسینی ۱۵- حضرت سید ثابت حسینی ۱۶- حضرت سید یحییٰ مدنی ۱۷- حضرت سید ابو الحسن نور الدین مکی ۱۸- حضرت سلطان الواصلین سید احمد کبیر معشوق اللہ رفاعی ۱۹- حضرت سید شاہ مہذب الدین رفاعی۔
۲۰- حضرت سید تاج الدین عبد العظیم رفاعی ۲۱- حضرت سید احمد حسینی رفاعی ۲۲- حضرت سید شریف محمد رفاعی ۲۳- حضرت سید شاہ برہان الدین رفاعی ۲۴- حضرت سید شاہ شیخ ابراہیم سپہ سالار رفاعی
۲۵- حضرت سید محمد ذکریا رفاعی
۲۶- حضرت سید احمد ذکریا رفاعی
۲۷- حضرت سید شاہ علی معروف بہ ساگر ماے سلطان مشکل آسان تند باری ۲۸- حضرت سید شاہ احمد منجھلے چلہ دار رفاعی ۲۹- حضرت سید شاہ معین الدین رفاعی

الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ فضیل بن عیاضؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا سلطان ابراہیم بن ادہمؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ حذیفہ رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابو ہبیرہ رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ممشاد رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابو اسحاق رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابو محمد رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ ابو یوسف چشتیؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونیؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتیؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا شاہ فرید الدین رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا شاہ مخدوم علاؤ الدینؓ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا شمس الدین رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت سیدنا شاہ جلال الدین رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ احمد عبد الحق رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عارف بن احمد رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ محمد عارف رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عبد القدوس رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ جلال الدین رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ نظام الدین رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ شیخ ابو سعید رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ محب اللہ بہاری رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ محمدی فیاض رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ محمد حامد رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عضد الدین رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عبد الہادی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عبد الباری رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ عبد الرحیم رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت شاہ نور محمد جھنجھانوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۰- حضرت سید شاہ میرانجی رفاعی ۳۱- حضرت سید شاہ سالار رفاعی ۳۲- حضرت سید شاہ احمد رفاعی ۳۳- حضرت سید شاہ سالار ثانی رفاعی، ۳۴- حضرت سید شاہ نجم الدین رفاعی، ۳۵- حضرت سید شاہ جلال الدین رفاعی المعروف بہ رنو خاں، ۳۶- حضرت سید شاہ محمد رفاعی، ۳۷- حضرت سید شاہ بدیع الدین رفاعی، ۳۸- حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید، ۳۹- حضرت سید ابوالبرکات شاہ غلام محمد رفاعی القادری الچشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین		الٰہی بحرمت خرقۂ خلافت حضرت مولانا امداد اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد انوار اللہ واخی الصالح الحافظ مولوی غلام محمد صاحب را بزمرۂ حضرات موصوفین محشور گرداں فقط در طریقہ چشتیہ حافظ صاحب موصوف را اجازت دادم فقط محمد انوار اللہ عفی عنہ

کتبہ ۱

۲- یہ قطعہ سنگِ موسیٰ پر اُبھرے ہوئے حروف میں کندہ اور مزار کے سرہانے چھوٹی کمان میں نصب ہے۔

۲

عاشقِ دیں و عارفِ کامل ❊ کچھ نہ تھی ان کو دنیوی خواہش
داخلِ خلد ہو گئے عارف ❊ سال ہے نعم طالب بخشش
۱۳ ھ ۶۱

۳- یہ کتبہ خط نستعلیق میں سنگِ سیلو پر کندہ اور مزار کے سرہانے دائیں

جانب نصب ہے۔

۳

الحمد للہ علی کل حال

حضرت سید السادات حافظ شاہ غلام محمد ابوالبرکات رفاعی القادری الچشتی قدس سرہٗ کا یہ گنبد اور اس سے ملحقہ خانقاہ عنایت الٰہی بہ تحریک محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر و مولوی سید مراد علی صاحب طالع و مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہد ایم۔اے حسب نقشہ مولوی فیاض الدین صاحب ارکانکٹ بعہد سلطنت شہریار دکن و برار میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع و بدور سجادگی سید شاہ تقی الدین احمد قادری ابن ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور بحسن سعی و اہتمام مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں تعمیر کیا گیا۔ اس کی تعمیر کا آغاز ۵ ربیع الاول کو ہوا اور اسی سال ماہ رمضان المبارک میں تکمیل عمل میں آئی۔

۴۔ سنگ سیلو کا یہ کتبہ مزار کے سرہانے بائیں جانب نصب ہے۔

۴

الحمد للہ علی کل حال

اسی گنبد شریف یا اس کے قرب و جوار میں حضرت سید شاہ غلام محمد ابوالبرکات قدس سرہٗ کے حقیقی دادا حضرت مولانا سید شاہ بدیع الدین رفاعی القندہاری دفن ہیں جو حضرت نفیلت جنگ مولانا انوار اللہ فاروقی الچشتی القندہاری کے استاد تھے اور جن کا وصال اپنے فرزند حضرت صاحب عالم سید شاہ عنایت اللہ حسینی شہید کے مکان میں واقع محلہ چمپا دروازہ جہاں ایلیٹی کالج کی عمارت ہے، ۸ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ کو ہوا تھا۔ اور جس کا مادۂ تاریخ محمد قطب الدین مرحوم خطیب قندہار نے "داغ شد" نکالا تھا۔ جس کو حضرت ابوالبرکات زعیم قدس سرہٗ نے ایک قطعہ میں منظوم کر کے اپنے سوانح حیات میں درج فرمایا۔ چونکہ طغیانی رود موسیٰ کے باعث حضرت کے مزار کا نشان باقی نہ رہا تھا اس لیے یہ قطعۂ تاریخ بطور یادگار سنگ مزار یہاں نصب کیا گیا۔

حضرت بدیع دین کہ جد حقیقی ام بگذشت زیں جہاں و بگذر رحوں رائی زرد و گشت داغ شد
از بہر فاتحہ بہ مزار شریف چو رفتہ ایم آمد آواز ایں دلم بغیب برآمد کہ داغ شد

۱۳۰۹ھ

۵ تا ۸۔ گنبد کے اندر چاروں پہلوؤں کی درمیانی کمانوں کے اوپر گنبد کی گردن کے نیچے چار مستطیل کتبے بخط نسخ سنگ سیلو میں کندہ اور نصب ہیں۔ وہ یہ ہیں :۔

۵

سرہانے کا کتبہ (جانب شمال)

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

کتبہ جانب مغرب ۶

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ہ

کتبہ جانب شرق ۷

وکفا واعظاً بالموت ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون

کتبہ جانب جنوب ۸

قال محمد نبی الکونین المومن حی فی الدارین المومنون لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار

۹۔ یہ کتبہ خط نستعلیق میں سنگ سیلو پر کندہ ہے اور گنبد کے بیرونی رخ پر جنوبی پہلو میں جو خانقاہ کے مقابل ہے۔ ایک گوشہ میں بنیاد کے اوپر نصب ہے۔

۹

گنبد پیر طریقت شد بنا

۱۳ ھ ۶۴

۱۰۔ یہ کتبہ جو خانقاہ کی پیشانی پر نصب ہے۔ اسم بامسمیٰ اور تاریخی ہے۔ اس لئے کہ

حضرتؒ کے والد بزرگوار کا نام سید شاہ عنایت اللہ حسینی تھا اور موجودہ سجادہ سید شاہ
تقی الدین قادری رفاعی کا عرف بھی عنایت بادشاہ ہے۔ بحساب ابجد اس کے اعداد سے
سنہ تعمیر ۱۳۶۴ھ برآمد ہوتا ہے۔

۱۰۔ | خانقاہ عنایت اللّٰہی
۱۳۶۴ھ

۱۱ و ۱۲۔ نمبر ۱۱ کتبہ خانقاہ کے بیرونی ہال میں وسطی دروازہ پر نصب ہے اور
نمبر ۱۲ کتبہ اسی ہال میں غربی دیوار پر نصب ہے۔

۱۱۔ | یک ذرّہ عنایت الٰہی — بہتر ز ہزار بادشاہی

۱۲۔

خانقاہ عنایت اللّٰہی بیادگار حضرت صاحب عالم سیّد شاہ عنایت اللہ حسینی
شہید جو یکم رمضان ۱۳۲۶ھ کو اسی مقام کے قریب طغیانی رود موسیٰ میں
غریق رحمت ہوئے اور جن کے حالاتِ زندگی و اوصاف باطنی مشہور مورخ و ادیب
شمس الدین امیر حمزہ نے کتاب "روضۂ شہید زاہد غریق" میں قلمبند کرکے ۱۳۲۷ھ
میں مطبع مفید دکن سے شائع کئے ان کے خلف صالح حضرت حافظ سید شاہ
ابو البرکات غلام محمد قادری الرفاعی الچشتی کے گنبد کے ساتھ ۱۳۶۷ھ میں تعمیر
کی گئی۔

۱۳ تا ۲۰۔ یہ آٹھ کتبے خانقاہ کے اندرونی حصے میں نصب ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غربی دیوار کا کتبہ

بر قصر عمر تکیہ مکن استوار نیست — کہ در دار بے قرار کسے را قرار نیست
خوش منزلیست رونق دنیا بچشم ما — کو خوش دولت دست عمر وے پائدار نیست

۱۳۔

جنوبی دیوار میں دائیں سے بائیں طرف حسب ذیل ۳ کتبے ہیں۔

۱۴۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ ۝

۱۵۔ تِلْکَ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا

۱۶۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ

مشرقی دیوار کا کتبہ (۱۷) :-

۱۷۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا ۝

شمالی دیوار میں دائیں سے بائیں جانب حسب ذیل ۳ کتبے نصب ہیں :-

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ٭ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ٭ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی ٭ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۸۔

تو اے اسیرِ مکاں لامکاں سے دور نہیں ﴿ وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں
وہ مرغزار کہ بیمِ خزاں نہ ہو جس میں ﴿ غمیں نہ ہو کہ ترے آشیاں سے دور نہیں
فضا تری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے ﴿ قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

۱۹

تو تا کردن تمامی عمر خود معروف آب و گِل ﴿ کہ شاید یک دمے صاحب دلے در وے کند منزل

۲۰

۲۱۔ خط کوفی میں سورۂ اخلاص کا ایک کتبہ ہے وہ سنگ سیلو کی ایک مربع تختی پر کندہ اور خانقاہ سے متصل مشرقی کمرہ میں نصب ہے۔

۲۲۔ سنگ سیلو کا یہ کتبہ جس پر راقم الحروف کا قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ گنبد اور خانقاہ کے درمیانی مستطیل حوض پر نصب ہے:—

اے محی دین بو الحسنات ﴿ اعطاک اللہ اجر و برکات
طایع کردہ فکر تاریخ ﴿ ہاتف گفتہ۔ حوض الحسنات
۱۳۶۴ھ

۲۲

۲۳۔ یہ کتبہ جو ہم نام اور ہم تاریخ ہے۔ سنگ سیلو میں کندہ اور "بیت الفضائل" کی عمارت پر نصب ہے۔

بیت الفضائل
۱۳۶۴ھ

۲۴۔ بیت الفضائل کی چھت سے متصل جنوبی سمت میں جو برآمدہ ہے اس کے اوپر خط نسخ کا یہ کتبہ سنہرے حروف میں کندہ اور نصب ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ

۲۵۔ نقار خانہ سے اندر کی طرف آنے والے راستہ پر ایک بڑا حوض ہے اس کے جنوبی گوشے پر راقم الحروف فقیر کا قطعہ تاریخ ایک بڑے سنگ سیلو پر نستعلیق خط میں کندہ اور نصب ہے۔

ڈاکٹر سید محی الدین زور
آپ کو دیں ساقی کوثر صلہ
سال تعمیر اس کا طائع نے کہا
کتنا اچھا حوض آبی جیب بنا
۱۳ ھ ٦٦

۲۵

۲۶۔ یہ کتبہ نقار خانہ کی کمان کے اوپر شاہراہ کے رخ بخط نستعلیق بسنگ مرمر میں کندہ اور نصب ہے۔

۲٦ — درگاہ حضرت سید السادات حافظ شاہ ابوالبرکات قدس سرہ

عرس حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۵ تا ۷ ماہ ربیع الاول کو ہوتا ہے۔ پہلے روز صندل اور زیارت آثار موئے مبارک، دوسرے روز جشن چراغاں، قوالی اور مہمانوں کی دعوت اور تیسرے دن ختم قرآن اور فاتحہ کی تقریب ادا ہوتی ہے۔ صندل مسجد چوک سے درگاہ شریف لایا جاتا ہے۔ نل اور برقی روشنی کے مستقل انتظام کی وجہ سے زائرین اور عوام کو خاصی مدد ملتی ہے۔ مولوی سید شاہ تقی الدین قادری رفاعی چشتی .... مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

عینی شاہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۹۷ھ مدراس — وفات ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء بلدہ حیدرآباد

(۵)

محمد عبد السلام نام اور عینی شاہ عرف تھا۔ شیخ زادہ فاروقی النسل تھے ۲۷ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو جمعہ کے دن مغرب کے وقت شہر مدراس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ والد بزرگوار حضرت حاجی حافظ محمد عبد اللہ حسینؒ سے قرآن و حدیث اور مشاہیر علمائے وقت جن میں سراج العلماء مولانا تجمل حسین کا نام قابل ذکر ہے فقہ و تفسیر اور ادب کی تکمیل کی۔ ۶ ماہ رمضان ۱۳۱۳ھ کو سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں شیخ الاسلام مخدوم ثانی حضرت عبد الغفار حسینی قادری سکینیؒ کے جن کا مزار صحن مسجد والاجاہی شہر مدراس میں ہے۔ مرید اور خلیفہ ہوگئے۔

پیر و مرشد کی ایما پر ۱۳۲۲ھ میں بلدہ حیدرآباد تشریف لاکر اپنے خسر حاجی احمد علی خاںؒ کے مکان واقع بازار گھانسی میں ٹھیرے اور بعد کو محلہ رسالہ عبد اللہ میں منتقل ہو گئے۔

شہر حیدرآباد میں مختلف بزرگوں سے ملاقات اور فیض صحبت حاصل کیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی اور حضرت انتخار علی شاہ چشتیؒ سے بھی سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اس طرح حضرتؒ کو چاروں سلسلوں قادریہ اور نقشبندیہ چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت و خلافت حاصل تھی اور چاروں سلسلوں میں مرید بھی کرتے تھے۔ لیکن میلان طبع سلسلہ عالیہ قادریہ کی طرف زیادہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اردو اور فارسی عربی اور انگریزی کے جید عالم اور اچھے مقرر تھے۔ نہایت ذاکر و شاغل اور عابد و متقی، شب بیدار اور تہجد گزار صاحب تصنیف

و تالیف اور مشہور واعظ، متوکل اور فیاض، خوش اخلاق اور ہمدرد صوفی تھے۔
شعر و سخن کا بھی مذاق تھا۔ عینیؔ تخلص فرماتے تھے۔ حکومت آصفیہ کی طرف سے ایکسو
روپیہ ماہانہ اور سر یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد پیشکار کے اسٹیٹ سے
دو سو روپیہ ماہوار مقرر تھی لیکن مہاراجہ کے انتقال کے بعد اسٹیٹ کے دو سو روپیہ
اور پولس ایکشن (انضمام ریاست حیدر آباد) کے بعد حکومت کے سو روپیہ اس طرح
سے دونوں تنخواہیں بند ہوگئیں تھی جس کی وجہ سے حضرت علیہ الرحمۃ کا آخری زمانہ بہت
تنگدستی اور توکل میں گذرا۔ حضرتؒ کے تصنیفات اور تالیفات جو زندگی میں ہی چھپکر
منظر عام پر آچکی تھیں درج ہیں:۔
ہوالموجود[1] اور حیات المسکین[2]۔ زیارت النبی[3] اور ابن عربی[4] خیر البشر[5] اور ریاض حسین[6]
امام اعظم[7] اور مناقب علی[8]۔ عید الاعیاد[9] اور سردار دو عالم[10] اسلام و نصرانیت[11] فضائل الصلوٰۃ[12]
اور غم حسین[13] میں دوانسو[14] قران کلام اللہ ہے[15] شیخ الامت[16] سیدہ کا نکاح[17] شیخ کیساتھ مہاراجہ[18]
۷ ماہ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۱ء کو ۷۲ سال کی عمر میں رات کے دو بجے محلہ کاچی گوڑہ میں
انتقال ہوا۔ دوسرے دن ۸ محرم کو مسجد صلابت جنگ واقع بازار عیسیٰ میاں میں نماز جنازہ
ادا ہوئی اور بیرون دروازہ چادر گھاٹ صحن مسجد الہٰی کے وسیع قبرستان میں دفن ہوئے
باقیات صالحات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے عبداللہ ابو محمد محمد نظام الدین
اور ایک صاحبزادی بادشاہ بیگم یادگار ہیں۔
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سینکڑوں مرید اور پانچ خلفاء تھے۔ جن میں قابل ذکر
مولوی محمد شرف الدین عرف لدحی شاہ ہیں۔ موصوف نہایت سادہ مزاج اور سادگی
پسند پابند صوم و صلوٰۃ اور ذاکر و شاغل وسیع الاخلاق اور مہمان نواز عمالک ہیں
سررشتہ تعلیمات کے وظیفہ یاب مدرس ہیں اور آجکل بھی درس و تدریس ان کا
بہترین مشغلہ ہے۔ اپنے مرشدؒ کا سالانہ عرس بڑے اعتقاد اور پابندی کے ساتھ

ہر سال ۸ محرم کو ادا کرتے ہیں۔ (جدید)

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار محلہ چادر گھاٹ میں مسجد الہی کے صحن میں مشرقی جانب متعدد قبور کے درمیان واقع ہے۔ مزار گچی کا پختہ ہے اور اچھی حالت میں ہے وہ ۶ فٹ ۱۰ انچ لمبا ۳ فٹ ۱۰ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۹ انچ اونچا ہے۔

کتبہ مزار کے سرہانے خط نسخ میں سنگ سیلو کا یہ کتبہ نصب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام
حضرت محمد عبد السلام عینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وصال
۸ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ

عرس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ۸ محرم کو پابندی سے ہوتا ہے۔ مسجد الہی چادر گھاٹ میں بوقت عصر ختم قرآن کے بعد شرینی تقسیم ہوتی ہے اور مزار پر چادر اندازی کے بعد سلام اور دُعا پڑھی جاتی ہے۔ یہ مراسم حضرت رح کے خلیفہ وجانشین روحی شاہ چشتی نظامی گہری عقیدت کیساتھ بصرفہ ذاتی ادا کرتے ہیں۔

یحییٰ بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۰۰ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء بلدہ حیدرآباد

(ث)

سید شاہ محمد یحییٰ حسینی نام، یحییٰ بادشاہ عرف اور حاذق تخلص تھا۔ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ والد بزرگوار حضرت سید محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ مرید تھے۔ چونکہ والد بزرگوار کے انتقال کے وقت حضرت بہت کمسن تھے اس لئے اپنے بڑے بھائی حافظ سید عثمان حسینی علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور ان ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ۱۳۳۲ھ میں بڑے بھائی کا بھی انتقال ہوگیا اور مرحوم کی یادگار کوئی اولاد نرینہ نہیں رہی تو آخر کار بلغلبۂ آرا حضرت ہی برادر مرحوم کے قائم مقام اور والد بزرگوار علیہ الرحمہ کے جانشین ہوگئے۔

بلدۂ حیدرآباد کی قدیم ترین مشہور درسگاہ دارالعلوم میں حقیقی چچا حضرت سید عمرؒ اور پھوپی زاد بھائی مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی خط نسخ و نستعلیق میں مولوی میر ہاشم علی کے اور شعر و سخن میں نواب فصاحت جنگ جلیلؔ اور حضرت ثاقبؔ بدایونی کے شاگرد تھے۔ حاذقؔ تخلص فرماتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نام و نمود سے سخت نفرت تھی۔ امیروں اور عہدیداروں سے زیادہ میل جول قطعاً پسند نہ تھا۔ بلالحاظ مذہب و ملت حاجت مندوں اور بیماروں سے ہمدردی فرماتے تھے۔ سحر اور آسیبی بیماریوں کا علاج دعا اور تعویذ اور دوسرے روحانی طریقوں سے فرماتے تھے۔ نہایت کم گفتار اور کم خوراک، شب بیدار اور صاحب باطن صوفی تھے۔ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے دو مرتبہ فارغ ہو چکے تھے۔

۳ ماہ صفر المظفر ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء کو ستر برس کی عمر میں اپنے سکونتی مکان واقع محلہ قاضی پورہ میں دنیا سے پردہ کر گئے اور بیرون فتح دروازہ محلہ مصری گنج میں دفن ہوئے۔ باقیات صالحات میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے۔ سید محی الدین۔ سید ابراہیم سید عثمان، سید محمد اور ایک صاحبزادی صفیہ قمر النسا۔ محل میر اکرام الدین علی خاں جاگیردار نبیرۂ نواب فرخندہ یار جنگ مرحوم موجود ہیں۔ فی الوقت حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ الحاج مولانا سید شاہ محی الدین حسینی القادری اپنے باپ دادا کے جانشین اور مسند رشد و ہدایت پر فائز ہیں۔

(دیکھو گلدستۂ تجلیات ص ۲۳۵)

محل وقوع حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار فتح دروازہ سے گنبد شاہ راجو رحمتہ اللہ علیہ کی طرف جاتے ہوئے سیدھے ہاتھ کی طرف محلہ مصری گنج میں محدود و محصور اراضی میں واقع ہے۔ یہ محصورہ وسیع اراضی "ریاض مدینہ" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں حضرت علیہ الرحمہ کا مزار اور دوسرے چند قبور، باغیچہ اور باولی، خانقاہ، سماع خانہ وغیرہ کی سہانی عمارتیں موجود ہیں۔

چوکھنڈی اس محصورہ اراضی کے بیچوں بیچ ۸ فٹ ۵" انچ بلند اور ۳۳ فٹ مربع پختہ چبوترہ پر چوکھنڈی کے اندر حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ چبوترہ کا پورا فرش ریت کا ہے۔ چبوترہ کی تینوں سمتوں مشرق و مغرب اور جنوب میں زینے ہیں۔ چوکھنڈی پتھر کی اور بغیر چھت کی ہے۔ اس کے ہر گوشے پر پتھر کے خوبصورت تین ستون جملہ بارہ ستون نصب ہیں جن پر زرد رنگ چڑھایا گیا ہے۔ چوکھنڈی کے اندر پالش کیے ہوئے سنگ سیلو کا فرش ہے۔

مزار چوکھنڈی میں حضرت علیہ رحمہ کا واحد مزار ہے وہ سنگ سیلو اور سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ مزار ۸ فٹ ۶" انچ لمبا ۵ فٹ ۶" انچ چوڑا اور ایک فٹ

۴" انچ اونچا ہے۔

عرس حضرت علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس ۳ تا ۵ صفر کو پابندی سے ہوتا ہے۔ زمانۂ عرس میں عام زائرین اور مُریدوں و معتقدوں کی کثرت رہتی ہے۔ میلہ لگتا ہے۔ نل اور برقی روشنی کی سہولت ہے۔ ایام عرس میں تین روز تک جنگل میں منگل کا سماں رہتا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

عبدالرزاق قادری فقیر رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۰۶ھ ادھونی ضلع بلاری — وفات ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء بلدہ حیدرآباد

———(۞)———

سید شاہ عبدالرزاق قادری نام اور فقیر تخلص تھا۔ مشہور صوفی حضرت سید عبداللہ شاہ قادریؒ کے حقیقی بھتیجے اور حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کی اولاد سے تھے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔

سید شاہ عبدالرزاق قادری بن سید محمد غوث قادری بن سید غلام حسین قادری۔ بن سید بادشاہ محی الدین قادری بن سید محی الدین قادری بن سید عبدالقادر قادری۔ بن سید طاہر قادری بن سید عبداللطیف قادری لاابالی کرنولیؒ بن سید طاہر قادری بن سید زاہد قادری بن سید عارف قادری بن سید ہاشم قادری بن سید قطب الدین محمد قادری بن سید شہاب الدین حسن قادری بن سید بدرالدین حسن قادری بن سید علاءالدین قادری بن سید شمس الدین قادری ثانی بن سید شرف الدین یحییٰ قادری بن سید شہاب الدین احمد قادری بن سید شمس الدین ابو نصر قادری بن سید عماد الدین قادری بن سیدنا عبدالرزاق قادری بن سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

شجرۂ خلافت اس طرح ہے:۔ سید عبدالرزاق قادری خلیفہ سید عبداللہ شاہ قادری خلیفہ سید بادشاہ محی الدین قادری خلیفہ سید شاہ حسینؒ قادری خلیفہ سید شاہ محی الدین قادری خلیفہ سید شاہ فخر اللہ قادری خلیفۂ سید علی قادری خلیفہ حضرت سید عبداللطیف قادری لاابالی کرنولی رحمتہ اللہ علیہ۔

۵ محرم الحرام ۱۳۰۶؁ھ یوم چہارشنبہ کو ادھونی میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کی نگرانی میں ابتدائی تعلیم اور تربیت پائی اور گیارہ سال کی عمر میں اپنے چچا حضرت سید عبداللہ شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوگئے۔ اس کے بعد عرصے تک جامعہ نظامیہ میں زیر تعلیم رہکر فارغ التحصیل ہوئے اور سند کامل حاصل کرکے عوام کی رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نہایت متقی اور پرہیزگار، ذاکر و شاغل اور شب زندہ دار پابند شریعت اور نہایت خوش اخلاق، خط ناخن کے ماہر اور بہترین خطاط، واعظ خوش بیان اور مبلغ اسلام اچھے شاعر اور بہترین مصنف تھے۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ تقریباً دو ہزار کتب کا ذاتی کتب خانہ رکھتے تھے۔ جو آج بھی موجود ہے۔ حضرت علیہ الرحمہ کے مطبوعہ تصانیف میں راہ جنت اور گلشن نعت مشہور ہیں۔ حضرتؒ کا منظوم کلام زیادہ تر تصوف اور عرفان پر مشتمل ہوتا تھا۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت سرخ و سفید اور حسین تھے۔ جسم پر سفید کرتہ اور اس پر صدریہ اور جبہ، ڈھیلا پاجامہ اور سر پر سبز شملہ، پاؤں میں چپل اور کندھے پر رومال ہوتا تھا۔ سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ حج بیت اللہ اور زیارات مقامات مقدسہ مثلاً بغداد اور نجف اشرف، کربلائے معلی اور کاظمین سے فارغ ہوچکے تھے۔ اپنے مریدوں کے پاس جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی تھی وقار آباد اور پٹن چیرو، میدک اور بیدر، تنگر پلی اور موتنگی ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے۔

خرقِ عادات کے تعلق سے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ :۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مریدنی مسماۃ احمدی بیگم معلمہ سررشتہ تعلیمات مرض سرطان میں مبتلا ہو کر شریک دواخانہ (عثمانیہ جنرل ہسپتال) تھیں ان کے آپریشن کا دن مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ ملنے اور مدد چاہنے کے لیے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں آئیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ :۔ "تم کچھ خوف نہ کرو۔ جراحی کے وقت میں خود رہونگا اور حضور غوث پاکؒ کو ساتھ لاؤنگا"۔ چنانچہ جس دن اس خاتون کا آپریشن ہونے والا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ "کمرہ سے باہر چلا جائے کمرہ بالکل بند کردے اور کوئی اندر نہ آئے"۔ خادم کمرہ کا دروازہ بند کر کے زنجیر چڑھانا بھول گیا۔ اتفاق سے دروازہ خود بخود کھل گیا اور ایک عورت کمرہ میں داخل ہوئی دیکھا کہ حضرت علیہ الرحمہ غائب ہیں صرف حضرتؒ کی شال پڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس عورت نے یہ نظارہ دوسروں کو بھی بتایا اور ادھر احمدی بیگم کا بیان ہے کہ ابھی عمل جراحی شروع نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے حضرت علیہ الرحمہ کو اور حضرتؒ کے ساتھ ایک اور نورانی چہرہ بزرگ کو دیکھا۔ حضرتؒ نے احمدی بیگم کی پیشانی پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ :۔ "گھبراؤ مت میرے ساتھ حضور غوث الاعظم ہیں" غرضکہ ان کا آپریشن کامیاب رہا۔ وہ تیسرے دن صحیح سلامت گھر واپس آکر یہ تمام سرگذشت کہہ سُنائیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو مہینہ پہلے اپنے سفرِ آخرت کی اطلاع پسماندوں کو دیدی تھی۔ چنانچہ مقررہ مدت پر مرض فالج کا حملہ ہوا اور ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۳ء کو جمعہ کے دن نماز عصر کے وقت ۶۸ برس کی عمر میں دنیا سے پردہ کئے اور اپنے سکونتی مکان محلہ سبزی منڈی میں دفن ہوئے۔ چونکہ حضرت علیہ الرحمہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے زندگی میں کمسن حقیقی بھتیجے۔ سید شاہ محی الدین قادری عرف حسن بادشاہ

شرفِ ارادت اور خرقۂ خلافت عطا کر کے اپنا جانشین بنا دیا تھا چنانچہ آج وہی قائم مقام اور سجادہ نشین ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بڑی نایل سے گولکنڈہ جانے والی سڑک کے بائیں جانب محلہ سبزی منڈی میں مسجد شمع رُخ سے کچھ فاصلہ پر مقبرہ حضرت عبداللہ شاہ قادری میں واقع ہے۔ نوکمانوں کا یہ مقبرہ مُسقف اور فرشِ سیلو سے آراستہ ہے۔ مقبرہ کے احاطہ میں داخل ہو کر مغرب سے مشرق کی طرف چلیں تو آٹھویں کمان میں حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔

مقبرہ کے باہر بھی افراد خاندان کے چند قبور ہیں۔ برقی روشنی اور نل کا انتظام ہے

مزار حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گچی کا پختہ بنا ہوا ہے۔ حاشیہ سنگ بستہ ہے مزار ۵ فٹ ۹" انچ لمبا ۳ فٹ ۸" انچ چوڑا اور ۲ فٹ ۹" انچ اونچا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

مسجد اور مدرسہ مقبرہ کے غربی حصے میں رہائشی مکان کی بالائی منزل پر چھوٹی سی مسجد ہے جس میں روزانہ پنجوقتہ بانگ وصلوٰۃ کا انتظام ہے

مقبرہ کے جنوبی حصے میں علیحدہ ایک مستطیل کمرہ (ہال) ہے۔ جس میں مدرسہ دینیہ رزاقیہ قائم ہے روزانہ فجر کے بعد یہاں کمسن بچوں کو ابتدائی عربی اور قرآن شریف کی تعلیم مفت دیجاتی ہے۔

عرس حضرت علیہ رحمہ کا علیحدہ عرس نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر سال ۱۵ ماہ جمادی الاول کو جدِ اعلیٰ کے عرس کیساتھ ان کا عرس بھی کیا جاتا ہے۔ مہمانوں کی کھانے سے تواضع کیجاتی ہے۔ مولانا سید شاہ محی الدین قادری سجادہ درگاہ مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

غوثی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء بلدہ حیدرآباد   وفات ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۴ء بلدہ حیدرآباد

غوث خاں نام، غوثی شاہ عرف اور غوثی تخلص تھا۔ ۱۶ ماہ ذی الحجہ الحرام ۱۳۱۰ھ مطابق یکم جولائی ۱۸۹۳ء کو ہفتہ کے دن محلہ چنچل گوڑہ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔ والد بزرگوار حضرت کریم خاں المعروف کریم اللہ شاہ علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت شاہ سعد اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور نگرانی میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی اور منازل سلوک طے کر کے چاروں سلسلوں میں ان ہی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد شیخ الوقت حضرت کمال اللہ شاہ مچھلی والے علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر ۱۷ رجب ۱۳۴۲ھ کو مکرر تجدید بیعت کر کے چاروں سلسلوں قادریہ اور چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں سند خلافت حاصل کی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست مبلغ اور درویش کامل، پابند شریعت اور ذاکر و شاغل، صاحب تصنیف اور اچھے شاعر، قناعت پسند اور متوکل، بلند پایہ صوفی اور جید عالم تھے۔ علم دین کے معاملہ میں دنیا والوں سے کبھی نہیں ڈرے ہمیشہ حق گوئی اور بیباکی سے کام لیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے مرید و مستفید اور متعدد خلفا تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تصانیف جو زمانہ حیات میں چھپ کر منظر عام پر آ چکی تھیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) نور النور۔ (۲) کلمہ طیبہ۔ (۳) مقصد بیعت، (۴) طیبجات غوثی۔ (۵) معیت الٰہ۔ (۶) طلاع سلم اور (۷) کنز مکتوم۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت سڈول جسم اور متناسب الاعضاء دراز بینی اور بلند پیشانی بڑی بڑی مستانہ آنکھیں اور گندمی رنگ درویشانہ سیرت اور پاکیزہ طینت صوفی تھے۔ دن اور رات کا زیادہ حصہ ریاضت اور عبادتِ الٰہی میں گزرتا تھا۔

۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۷۳ھ مطابق ۶ جون ۱۹۵۴ء کو اتوار کے دن ترسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں جنت کو سدھارے اور صحن مسجد بیگم بازار میں دفن ہوئے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے صاحبزادہ مولانا محوی شاہ اس وقت اپنے والد بزرگوار کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہیں (جدید)

محل وقوع حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار دواخانہ عثمانیہ کے میوزیم کے غربی جانب اور چوراہہ بیگم بازار کے جنوبی سمت کی گلی میں دائیں جانب صحن مسجد کے جنوبی پہلو پر چوکھنڈی کے اندر واقع ہے۔ یہ مسجد حضرتؒ کے والد بزرگوار۔ "کریم اللہ شاہ" کے نام سے موسوم ہے۔

چوکھنڈی چوکھنڈی خوبصورت اور ہوادار پختہ اور فرش سیلو سے آراستہ ہے۔ اس کی چھت بھی پختہ ہے۔ یہ چوکھنڈی کی اندرونی وسعت ۹ فٹ ۱۰ انچ اور ۷ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ چوکھنڈی میں دو مزار ہیں غربی سمت کا مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور مشرقی سمت کا مزار حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ کا ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا مزار بہت صاف اور شفاف سنگ سیلو کا ہے۔ وہ ۵ فٹ ۱۰ انچ لمبا ۳ فٹ ۱۰ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۱۰ انچ بلند ہے۔

ع ۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ کو محبی مولوی احمد خاں صاحب درویش کے ساتھ جو حضرت علیہ الرحمہ کے رشتہ دار ہیں۔ فقیر طالع نے مزار کی زیارت کی اور معائنہ موقع کے بعد ضروری نوٹ مرتب کیا۔

کتبہ مزار کے سرہانے سنگ مرمر میں خط نسخ و نستعلیق کا حسب ذیل تاریخی کتبہ نصب ہے۔ جس کے دونوں رخ کندہ ہیں۔

نقشہ لوح مزار طرف اول جنوب

۷۸۶
۹۲

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

اولئک لہم الخیرات

۱۳۷۳ھ

ھذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ

۱۳۷۳ھ

روضۂ معنبر

۱۳۷۳ھ

شیخ الیوم الثانی کنز العرفان ابو الایقان حضرت سید غوثی شاہ قادری چشتی اکبری رحمۃ اللہ علیہ

نبود دو جہاں شد از وجودم ۞ اگرچہ قبل عالم خود نہ بودم
مپرس از ہستی بے ہستی من ۞ نہ دانی ہیچ از بود و نہ بودم
خرد بنمود جنوں در راہ عشق ہست ۞ جنون عقل است بسیار آزمودم
منی اندر من بنہم جملہ من او ۞ وجود او شدہ جملہ وجودم
از آں مسجود جملہ کائناتم ۞ کہ باشد قرب مسجود از سجودم
چو مقصودم ز مرگ و زندگی اوست ۞ نیم آگاہ از نقصان و سودم
چو آں شاہ تجلی کرد غوثی ۞ مرا از من ربود مرا ز وجودم

۱۳۷۳ھ

تاریخ وصالہ ۔ چہارم ماہ شوال المکرم بہ یوم یکشنبہ
۱۳۷۳ھ ۔ ۱۳۷۳ھ

مرتبہ:۔ صحوی شاہ اکبری سجادہ
۱۳۷۳ھ

کتبہ سردار غفرلہ

۷۸۶
۹۲

نقشہ لوحِ مزار — طرفِ ثانی شمال

جے اندازِ عرش و کرسی و زخلا ساکنانِ مقعدِ صدق خفا
غوثی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نظم در صنعت توشیح

بخدمت فیضلہ رحمت مرشدی و مولائی شیخ اکبر ثانی علی اللہ مقامہ

غ — غوثِ وقت اے قطبِ ارشاد اے ولی بے نظیر — اے کہ تیری ذات تھی سرمایۂ خیرِ کثیر
و — وصف تیرا ہم بھلا کیا کر سکیں گے اب بیاں — تری ذاتِ پاک پر تو فضلِ حق تھا بیکراں
ث — ثانیِ شیخ محی دین مجددِ عصر کے — سر پہ زانو تھے سب عالم تیرے آگے دہر کے
ی — یاد آتی ہیں ہمیں باتیں وہ تیرے وقت کی — آہ اب تقدیر پھوٹی ہے ہمارے بخت کی
ش — شاد تھے ہم کس قدر فیضانِ صحبت سے تری — ہم تھے نازاں منتخب فیضانِ صحبت سے تری
ا — آہ اب مجھ کو ترا رہ رہ کے آتا ہے خیال — دل کی بیداری کو اک چٹکی سی لیتا ہے ملال
ہ — ہائے اب کس کے لیے جینے کا ساماں کیجیے — ہائے کس دن کے لیے عیشِ فراواں کیجیے
ر — روز اتر آئیں فرشتے لوحِ تربت پر تری — تحفے پہنچائیں فرشتے لوحِ تربت پر تری
ح — حاملِ اسرارِ فطرت کاشفِ اسرارِ ذات — رازدارِ احدیت آئینہ دارِ کائنات
م — مہبطِ آیاتِ حکمت اے زمانے کے حکیم — فیض افشاں تھا زمانہ پر ترا لطفِ عمیم
ت — تیرے نطقِ بے حجابانہ میں پنہاں تھے شرار — ہر خزاں دیدہ کو دیتا تھا تو پیغامِ بہار
ا — آج بھی روشن وہی ہے تیرا فانوسِ خیال — اے کہ تیرا ہر نفس پروردۂ روحِ بلالؓ
ل — لاکھ غم صدہا مصائب ہو بھی جائیں گے کہیں — پھر بھی تیری یاد دل سے محو ہو سکتی نہیں
ل — لاکھ ہنس بھی لوں تو ہلکا ہو نہیں سکتا یہ غم — رحم فرما اے خدائے ذوالمنن اے ذوالکرم
ہ — ہائے کیسی لٹ گئی میری متاعِ آرزو — اُف یہ تجھ کو ڈھونڈتی ہیں میری آنکھیں چار سو
ع — عصرِ حاضر کے لیے تو قافلہ سالار تھا — تو جگاتا ہی رہا اور کارواں سوتا رہا
ل — لے ہمارے بھی طرف سے قلبِ محزوں کا سلام — اے کہ تیری روح پر ہو رحمتوں کا اژدہام
ی — یہ جہاں تیرے بغیر اک گلشنِ پرخار ہے — چاہنے والے کی تیرے زندگی بے کار ہے
ہ — ہو جو صحوی پہ نظر تو دل کو آجائے قرار — اس کے ویرانہ میں دل کے آج آجائے بہار

شاہ احمد جعفری صحوی الصاحب السجادہ لسلاسل کمالیہ
۱۳ ف ۶۳
ابن پیر و مرشد قدس سرہ العزیز
۱۳ ھ ۷۳

کتبہ سردار غفرلہ

عرس مقررہ تاریخ وفات ۱۴ ماہ شوال کو ہر سال حضرت علیہ الرحمہ کا عرس پابندی سے ہوتا ہے۔ برقی روشنی کا مستقل انتظام ہے۔ عرس میں مریدوں اور معتقدوں کے علاوہ عوام کی اکثریت بھی شریک رہتی ہے۔ حضرتؒ کے صاحبزادہ مولانا صحوی شاہ بجیثیت قائم مقام وسجادہ نشین مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔

حشمت علی مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۱۴ھ بلدۂ حیدرآباد وفات ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء بلدۂ حیدرآباد

(ﷺ)

یہ مجذوب صفت بزرگ خستہ حال اور برہنہ اندرون نیچ دروازہ بلدۂ حیدرآباد زیر سمار کسی کوچہ و بازار میں سکونت رکھتے تھے۔ ابتدائی حالات اور مشاغل کا پتہ نہیں لیکن صاحب باطن ضرور تھے۔ عوام سے زیادہ بات چیت نہیں فرماتے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے راستہ کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا حضرتؒ کا ہر روز کا مشغلہ تھا عقیدت مند لوگ روپیہ پیسہ نذرانہ دینا چاہتے تو قبول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کی ضرورت ہوتی تو مخصوص لوگوں سے فرماتے" کھانا" لوگ کھانا پانی حاضر کرتے تو کھا لیتے تھے۔ حضرتؒ کو برہنہ دیکھکر لوگ کرتہ و پاجامہ اور قمیص و شلوار نذر کرتے تو قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی لیتے تو دوسروں کو عطا کر دیتے تھے۔ حضرتؒ کے نزدیک صرف ٹاٹ کا ایک ٹکڑا رہتا تھا۔ اسی سے ستر ڈھانکتے اسی کو بچھاتے اور اسی کو اوڑھتے تھے۔ پاؤں کے معذور تھے لیکن ٹاٹ گھسیٹتے ہوئے میلوں نکل جاتے اور پھر اپنے مقام پر واپس آجاتے تھے۔

مولوی سید شاہ نور اللہ حسینی رضوی خلف سید شاہ لاڈلے حسینی رضوی مرحوم سجادہ درگاہ حضرت شاہ سہراب الدین عریان شمشیر علیہ الرحمہ واقع لنگر حوض حضرتؒ کے تعلق سے اپنا ایک واقعہ اس طرح فرماتے کہ:۔

"میں مسجد محمد شکور فتحدروازہ کے پاس ایک مکان میں کرایہ سے ٹھیرا ہوا تھا اور موروثی ایک مقدمہ میں پندرہ سال سے سخت پریشان تھا حسن اتفاق سے ایکدن یہ بزرگ میرے گھر کے دروازہ کے اندر آکر کوڑا کرکٹ صاف کر کے باہر کی صفائی کر رہے تھے۔ جیسے ہی نظر پڑی قدم بوسی کو میری بیوی نکل پڑی اور مجھے آواز دی۔ حضرت رح کی یہ تکلیف مجھ سے دیکھی نہ گئی اور فوراً جیب سے دو پیسے نکال کر دینا چاہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ سے فرمایا: "اون ہوں!" میں یہ سُنکر سہم گیا اور حضرت تشریف لے گئے۔ لیکن اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی حسب فرمان آصفجاہ سابع وراثت کے دیرینہ مقدمہ کی کامیابی کیساتھ یکسوئی ہوگئی اور ماہانہ ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ اجراء ہوئی۔ اس تصفیہ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ غالباً میرے افلاس و تنگدستی کا کوڑا کرکٹ جو جمع ہوگیا تھا اس کو ان بزرگ نے پاک و صاف کردیا۔"

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت نہایت قانع اور متوکل، شب بیدار اور صاحب باطن، سیاہ فام اور نحیف و ناتواں بزرگ تھے۔ ماہ صیام کا کامل احترام کرتے اور روزہ رکھتے تھے۔ پریشان حاجتمندوں کے سوال کا جواب ان کے مجذوبانہ حرکات سے ظاہر ہوجاتا تھا اور اکثر و بیشتر لوگ اپنے مقاصد میں حضرت کی توجہ سے کامیاب ہوتے تھے۔

۱۲ ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء) کو (۶۳) سال کی عمر میں فوت ہوئے اور اندرون فتحدروازہ اپنے سکونتی مقام پر دفن ہوئے عہ (تجدید)

محل وقوع حضرت علیہ الرحمہ کا مزار مسجد محمد شکور سے فتحدروازہ کو جانے والی سڑک کے کنارے دائیں جانب واقع ہے۔ مزار کے چاروں طرف

عہ خادم الفقراء، طالع مؤلف کو بھی زندگی میں دو مرتبہ حضرت علیہ الرحمہ سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا حضرت رح کے سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی آچکی تھی۔ آنکھیں نشیلی اور چہرہ نورانی تھا۔

پتھر کی چار لمبی لمبی کڑیاں نصب ہیں شاید ان پر آیندہ چھت یا پھولوں کی کوئی بیل ڈالنے کا منصوبہ ہوگا۔ مزار کے چاروں طرف مصفا چبوترہ کی صورت میں فرش سیلو بچھادیا گیا ہے۔

مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کا حاشیہ سنگ سیلو کا ہے اور درمیانی تعویذ چونے کا ہے۔ مزار ۶ فٹ لمبا ۴ فٹ چوڑا اور ۲ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔

کتبہ مزار کے سرہانے خط نستعلیق میں فارسی زبان کا حسب ذیل کتبہ سنگ سیلو میں کندہ اور نصب ہے۔

قطعہ تاریخ وصال حضرت مجذوب مغفور
متصل دروازہ حیدرآباد

حضرت حشمت علی روشن ضمیر ⁂ آنکہ از خود رفتہ در عشق رسولؐ
مرد حق، مجذوب کامل اہل دل ⁂ سید عالی نسب ابن بتولؑ
صرف شد در راہ حق عمر عزیز ⁂ کرد حق در بارگاہ خود قبول
شانزدہ تاریخ بد ماہ صفر ⁂ در گروہ اہل جنت شد شمول
سال فوتش را برآمد۔ ہے ہے ⁂ رفت از دنیا شدہ ہر دل ملول

۱۳۰۰ ۱۴ ۳ ۱۳۷۷ھ

گذارندہ: محبوب علی تاجر ہمیہ سوختنی۔

عرس ہر سال ۱۶ ماہ صفر کو حضرت علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس ہوا کرتا ہے۔ محلہ کے خوش اعتقاد اور صاحب خیر حضرات چندہ فراہم کرکے عرس کا انتظام کرتے ہیں۔

قاسم میاں ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۱۴ھ بلدہ حیدرآباد　　　　وفات ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء بلدہ حیدرآباد

(ب)

آغا محمد قاسم نام اور قاسم میاں عرف تھا۔ ۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۱۴ھ کو اپنے مکان واقع درگاہ حضرت شاہ محمد حسن صحوؔ ابوالعلائی رحمۃ اللہ علیہ موقوعہ بھوئی گوڑہ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائے۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار حضرت آغا محمد حسنؒ سے حاصل کرنے کے بعد مولانا حافظ نظیر حسین گنگوہی سے حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس لیا۔ فنونِ سپاہ گری مثلاً لٹھ، تلوار اور بنوٹ میں بھی کافی مہارت پیدا کرلی۔ سلسلۂ ابوالعلائیہ نقشبندیہ میں اپنے جد بزرگوار حضرت آغا محمد داؤد محوؔ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور چاروں سلسلوں چشتیہ اور قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ میں والد بزرگوار سے خرقۂ خلافت حاصل کیا تھا۔ خلافت و جانشینی کی رسم ماہ شعبان ۱۳۲۶ھ میں انجام پائی۔ چونکہ والد بزرگوار ان دنوں سخت علیل اور صاحب فراش تھے اس لئے تمام مراسم خلافت و جانشینی حضرت حافظ میر شمس الدین علی خانؒ خلیفہ حضرت شاہ محمد حسنؒ نے ادا کئے۔

۱۴ ماہ شعبان ۱۳۲۶ھ کو والد بزرگوار علیہ الرحمہ کے انتقال کے بعد تقریباً (۱۳) سال کی عمر میں مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور اپنے وقت کے زبردست پیر طریقت اور مشہور صوفی۔ عابد و زاہد اور درویش بے ریا، مہمان نواز اور پابند وضع بزرگ ثابت ہوئے حضرت کی توجہ اور دلچسپی سے بانی سلسلہ ابوالعلائیہ حضرت سیدنا امیر ابوالعلاؒ کے مزار پاک واقع آگرہ پر بصرفہ زر کثیر شاندار گنبد تعمیر کیا گیا اور زائرین کی سہولت کے لئے حوض تعمیر کرکے نل نصب کیا۔ اس کے علاوہ حاجت مندوں اور عقیدت مندوں کے قیام کے لئے ایک پختہ محل خرید کر درگاہ شریف کے لئے وقف کیا۔ الغرض

عرس شریف کے موقع پر کثیر مصارف برداشت کرکے بلدۂ حیدرآباد سے آگرہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔

مسلسل اکاون[۵۱] برس تک اپنے فیض رشد و ہدایت سے سینکڑوں عوام کو مستفید کرنے کے بعد ۱۹ ماہ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء روز یکشنبہ کو ترسٹھ[۶۳] سال کی عمر میں فوت ہوئے اور اپنے جد بزرگوار حضرت آغا محمد داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں پہلو میں دفن ہوئے فی الحال حضرت کے صاحبزادہ مولانا آغا محمد داؤد ثانی اپنے اجداد عالیہ کے قائم مقام و سجادہ نشین اور درگاہ حضرت شاہ محمد حسن محو علیہ الرحمہ کے متولی ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گنبد شاہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ موقوعہ بھوئی گوڑہ کے جنوبی حاشیہ پر حضرت آغا محمد داؤد علیہ الرحمہ کے دائیں پہلو میں واقع ہے۔ مزار پختہ سنگ بستہ ہے اور اچھی حالت میں ہے۔

مزار حضرت کا مزار ۶ فٹ ۸" انچ لمبا ۳ فٹ ۸" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۱۲" انچ اونچا ہے۔ درمیانی تعویذ چونہ اور گچی کا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔ "آغا محمد قاسم ذیبا مزار حضرت" کا مادہ سال وفات ہے ع

عرس ہر سال ۱۹ ماہ رجب ۱۳۷۷ھ کو حضرت کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے۔ اور مجلس سماع منعقد ہوتی ہے۔

ع ۲۷ ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ یوم پنجشنبہ کو فقیر طائع نے اس مقام کی زیارت کی۔ مکرمی مولوی بیدار علی صاحب کی معیت میں مزار کا ناپ لیا۔ موصوف ذی علم اور اچھے معلومات کے حامل ہیں علاوہ درگاہ شریف میں ہی رہتے ہیں۔ موجودہ سجادہ و متولی آغا محمد داؤد ثانی کے استاد بھی ہیں۔

صابر میاں چشتی صابر رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء بلدہ حیدرآباد   وفات ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء بلدہ حیدرآباد

سید محمد شاہ صابر حسینی نام صابر میاں عرف اور صابر تخلص تھا۔ صحیح النسب سادات اور بلدہ حیدرآباد کے مشہور صوفی حضرت سید شاہ ہاشم حسینی عرف محمد شاہ متوفی ۱۳۳۹ھ کے حقیقی پوتے اور سلسلہ چشتیہ میں ان ہی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

۷ ماہ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء کو اپنے قدیم موروثی مکان واقع کالی کمان بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ حضرت علامہ محمد عبدالقدیر حسرت صدیقی کی بڑی بہن تھیں چنانچہ حضرت کی ابتدائی تعلیم و تربیت والدین کی نگرانی میں ہوئی۔ حافظہ نہایت قوی تھا۔ سن شعور کو پہنچے تو شہر حیدرآباد کی قدیم ترین درسگاہ دارالعلوم میں شریک ہو کر بہت تھوڑے عرصہ میں اعلیٰ تعلیمی منازل طے کئے اور مولوی فاضل کی سند حاصل کرلی۔ بعد کو امتحان جوڈیشل بھی کامیاب کرلیا۔ حضرت علیہ الرحمہ کے نامور اساتذہ میں حضرت امجد حیدرآبادی اور مولانا شمسی مولانا نادرالدین اور مولانا شیر علی نیز حقیقی ماموں علامہ عبدالقدیر حسرت صدیقی کے نام قابل ذکر ہیں۔ روحانی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت سید شاہ محمد اصغر حسینی اور پیرومرشد حضرت محمد شاہ سے پائی۔

۲۷ ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۸ء کو والد بزرگوار کے انتقال کے بعد (۳۵) سال کی عمر میں قائم مقام اور سجادہ نشین ہو کر خانقاہ میں بیٹھ گئے اور عوام کی رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا جسم بھاری اور چہرہ نہایت نورانی اور آفتابی تھا۔

نہایت غیور اور خوددار، سادہ لباس اور سادہ خوراک، رحم دل اور مہمان نواز خوش
اخلاق اور بلند حوصلہ راست گو اور پاک طینت صوفی تھے۔ حق گوئی اور بیباکی کے
تعلق سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ :-

مولانا سید شاہ حسین محمد محمد الحسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز
گلبرگہ پر جب شاہی عتاب ہوا تو حضرت علیہ الرحمہ نے حضور نظام نواب میر عثمان علیخان
آصفجاہ سابع کو بیدھڑک تحریری مشورہ دیا کہ "جاگیرات ضبط کرلئے جاسکتے ہیں لیکن
ایک بڑی درگاہ کے سجادہ نشین کو جو چھیڑا جارہا ہے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ
آپ سانپ کی بل میں ہاتھ ڈال رہے ہیں"۔

حضرت علیہ الرحمہ شہرت پسندی اور جماعت بندی سے ہمیشہ دور رہے۔
مطالعہ نہایت وسیع تھا صوم وصلوٰۃ کے پابند اور صاحب تسلیم ورضا اردو اور فارسی
کے بہترین ادیب اور اچھے شاعر تھے۔ صابر تخلص فرماتے تھے۔ حضرت کا دیوان
زیر طباعت ہے۔ موسیقی اور قوالی سے خاص رغبت تھی چنانچہ سفر حج میں بھی محبوب بخش
قوال کو اپنے ساتھ رکھا۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ حضرت
کے مرید اور معتقد تھے۔ حضور نظام آصفجاہ سابع کو حضرت سے گہری عقیدت تھی
اور بہت احترام کرتے تھے۔

نمونہ کلام اردو

ہوش وحواس گم گیا جلوۂ چشم مست سے ٭ صورت شیخ میں اسے رویت حق نصیب ہے
دونوں جہاں سے کھو دیا اس دل مئے پرست نے ٭ رام کو رام کرلیا صابر بت پرست نے

نمونہ کلام فارسی

انا الحق من نمی گویم زبان حق کشادہ آم ٭ تسلی بخش جانم ہست ہردم یاد آں صابر
سراپا جملہ جانانم مرا گفتار کئے باید ٭ چو یارم ہست اندر دل مرا اغیار کئے باید

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے دو ماہ بیشتر اپنی وفات کی پیشن گوئی کر دی تھی چنانچہ
۸ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ کو حضرت شاہ خاموش علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس خاص اہتمام سے
یہ کہہ کر منایا کہ :-
"یہ ہمارا آخری عرس ہے' آئندہ سال ہم نہیں رہیں گے"۔ چنانچہ یہ پیشن گوئی بالکل
صحیح ثابت ہوئی یعنی ۳ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ ۱۹۵۸ء کو (۶۵) سال کی عمر میں جنت کو سدھارے
انتقال سے کچھ دیر قبل بھی شعر و سخن کے لیے طبیعت موزوں تھی چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

دلم فداست بہ تن ہائے پنج تن چہ تن است
سرم بخاک نجف باد سجدہ گاہ من است
دریم جامۂ ہستی مدام در غم شان
دریں حیات دلیس مرگ نوبت کفن است

بوقت عصر نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ شہر حیدرآباد کے تمام
علماء و مشائخین اور ہزاروں عوام شریک تھے۔ حضور نظام آصف جاہ سابع نے افضل گنج
سے معظم جاہی مارکٹ تک جلوس جنازہ میں شرکت کی اور جملہ مصارف تجہیز و تکفین بھی
برداشت کیے نیز تعمیر مزار کے لیے قطعہ تاریخ بھی لکھکر روانہ فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

از چمن بین گلِ نادر رفتہ ؎ بے بہا۔ آمدہ عثمان تاریخ
ماہ غم بود کہ ظاہر رفتہ ؎ از جہاں شاہ چہ صابر رفتہ

۱۳۵۸ + ۲۰ = ۱۳۷۸ھ

محلہ نام پلی میں گنبد حضرت شاہ خاموشؒ کے جنوبی چبوترہ سے متصل جہاں حضرتؒ
مرحوم زندگی میں ہی اپنی قبر تیار کروا چکے تھے دفن ہوئے۔ باقیات صالحات میں حضرتؒ
کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں۔ سید شاہ قطب الدین حسینی اور

سید شاہ فرید الدین حسینی[۲] سید شاہ زین العابدین حسینی[۳] اور سید شاہ ہاشم حسینی[۴]۔ چنانچہ اول الذکر دو صاحبزادے بیعت وخلافت سے سرفراز ہیں۔ ترتیب تذکرہ کے وقت ۱۳۸۱ھ میں بڑے صاحبزادہ مولانا سید شاہ قطب الدین حسینی اپنے والد بزرگوار کے قائم مقام وسجادہ نشین ہیں اور درگاہ شریف میں ہی سکونت رکھتے ہیں۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار گنبد شاہ خاموش رح کے جنوبی ورانڈہ سے متصل اپنے اجداد عالیہ کے بالکل پائیں میں زیر سما واقع ہے اور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

مزار حضرت علیہ الرحمہ کا پورا مزار خالص سمنٹ کا ہے وہ ۵ فٹ ۱۱ انچ لمبا ۴ فٹ ۶ انچ چوڑا اور ۲ فٹ ۲ انچ اونچا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نصب نہیں ہے۔

عرس حضرت کے عرس کی باقاعدہ اور نمایاں تقریب نہیں ہوتی ہے۔ البتہ مقررہ تاریخ وفات پر فاتحہ سالانہ ہو جاتی ہے اور عرس حضرت شاہ خاموش رح کے موقع پر یہاں بھی غلاف وچادر گل چڑھائی جاتی اور روشنی کی جاتی ہے۔

سید شاہ وحید قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۰۲ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء بلدہ حیدرآباد

سید شاہ وحید قادری نام وحید بادشاہ عرف اور عارف تخلص تھا۔ صحیح النسب اور نجیب الطرفین سادات اور پانچویں پشت میں حضرت سید شاہ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہوتے تھے۔ نسب کا شجرہ اس طرح ہے:۔

سید شاہ وحید قادری[۱] بن سید محمد علی قادری[۲] بن سید محمد مرتضیٰ قادری[۳] بن سید غلام محی الدین قادری[۴] بن سید غلام حسین قادری[۵] عرف حسینی بادشاہ بن

حضرت سید شاہ موسیٰ قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۵؍ ماہ شعبان المعظم ۱۳۰۲ھ کی رات کو بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی علم حدیث اور فقہ کا درس نواب مقصود جنگ کے والد علامہ منصور علی خاں سے اور تصوف و عرفان کی تعلیم اپنے دادا حضرت سید محمد مرتضیٰ قادریؒ سے پائی اکیس (۲۱) سال کی عمر میں ۱۷؍ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اپنے دادا سے شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کرکے رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بے بدل صوفی اور جیّد عالم زبردست محدث اور ممتاز فقیہہ ذاکر و شاغل اور متقی و پرہیزگار سجاد و بیان واعظ اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ علمی تحقیقات میں صرف کیا۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی۔ عارف تخلص رکھتے تھے۔ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے تھے۔ شہرت پسندی اور دنیا داری سے کوسوں دور تھے۔ قناعت اور گوشہ نشینی بہت پسند تھی۔ اس زمانہ کے ممتاز اور سرآوردہ مشائخین میں حضرت کا شمار تھا۔ سینکڑوں لوگ مرید و معتقد تھے۔

۷۷ سال کی عمر میں دو ہفتہ کی مختصر علالت کے بعد بعارضۂ ہیضہ ۲۵؍ ماہ ذی قعدہ مطابق ۲۲؍ مئی ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء روز یکشنبہ کو تقریباً آدھی رات کے وقت دنیا سے رخصت ہوئے اور اندرون حصار درگاہ شاہ موسیٰ قادریؒ دفن ہوئے۔ باقیات صالحات میں حضرتؒ کے چار صاحبزادے۔ (۱) سید عبد اللطیف قادری (۲) سید عبد المحی الدین قادری (۳) سید محمد مرتضیٰ قادری اور (۴) سید غلام قاسم قادری۔ یہ چاروں صاحبزادے بھی بفضل الٰہی حضرت مرحوم سے بیعت و خلافت یافتہ اور بقید حیات متاہل اور صاحب اولاد ہیں۔

صاحبزادوں کے علاوہ حسب ذیل حضرات کو بھی حضرت علیہ الرحمہ نے خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ سید شاہ عبد القادر قادری محبوب نگر۔ الحاج قاضی غلام محی الدین قادری

کرنول، صاحبزادہ میر حشمت علی جاگیردار و ناظم ضلع محمد ابراہیم خاں خلف غلام علی اکبر خاں سجادہ درگاہ میر نوائط اور محبوب علی شاہ قادری، سدی بیٹھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر مختلف انجمنوں نے جلسہ تعزیت کئے۔ اخباروں نے اداریئے لکھے۔ مشاہیر بزرگوں نے پیامات بھیجے۔ بہرحال متفقہ طور پر سب کے یہ تاثرات تھے کہ "صدیوں میں خدا کا ایسا بندہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے پکے قادری، خالص حنفی چراغ لیکر ڈھونڈنے پر نہیں ملیں گے۔ افسوس کہ ان کی وفات سے اللہ کی رحمت زمین سے اٹھ گئی" (جلیل)

مزار — حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دروازہ پرانا پل کے قریب درگاہ حضرت سید شاہ موسیٰ قادریؒ کے حصار کے اندر صحن مسجد میں جانب شمال واقع ہے۔ مزار بہت خوب صورت اور پختہ ہے۔ وہ ۵ فٹ ۱۱" انچ لمبا ۴ فٹ ۲" انچ چوڑا اور ۲ فٹ اونچا ہے۔ چاروں طرف سے سنگ موسیٰ کی بندش اور اوپر سنگ سیلو کا حاشیہ ہے اور درمیان میں سمنٹ کا خوب صورت تعویذ بنایا گیا ہے۔

کتبے — مزار کے تعویذ پر خط نستعلیق میں حسب ذیل تاریخی قطعہ کندہ ہے جس کے پہلے دو مصرعہ بالین میں اور آخری دو مصرعہ پائین میں کندہ ہیں۔

واعظ و علامہ و شیخ و خطیب	مفتخر گردید با وصل حبیب
سال رحلت گفت محمودؔ حزیں	آں وحید العصر شد جنت نصیب

۱۳ ھ ۷۹

۲- فارسی زبان کا یہ تاریخی قطعہ خط نستعلیق میں مزار کے تعویذ پر شرقی جانب کندہ ہے۔

وحید القادری الموسوی بُد عارف کامل	تعالی اللہ در انگشت قرب آں وحید حاصل
چہ خوش گفتہ ولی القادری ایں مصرع سالش	وحید القادری عارف وحید العصر حق واصل

۱۳ ھ ۷۹

۳- فارسی زبان کا حسب ذیل تاریخی قطعہ خط نستعلیق میں تعویذ پر مغربی جانب کندہ ہے

پروانہ تعفا از خدا ے قدیر یافت	فی قصرے بحلاعاشق پیران بمیر یافت
از وسر بقا رفت وسروشے بگفت سال	سید وحید بادشہ وصل نصیر یافت

۱۳۸۱-۲ = ۱۳۷۹ھ

عبدالقدیر حسرت رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۸۵ھ بلدۂ حیدرآباد — وفات ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء بلدۂ حیدرآباد

محمد عبدالقدیر نام، ابوالعباس کنیت اور حسرت تخلص تھا اٹھائیس ۲۸ واسطوں سے نسباً شیخ زادہ صدیقی تھے۔ چنانچہ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔

محمد عبدالقدیر بن محمد عبدالقادر بن محمد فضل اللہ بن محمد علی بن عبدالقادر بن عبدالغفور بن شیخ محمد جینکی بن تاج الدین بن عبدالغفور بن شیخ احمد بن علی الجینکی بن شیخ اسمٰعیل بن عبداللہ بن عبدالرحیم بن ابونصر بن ابوالقاسم بن ابونصر بن ابوعبداللہ بن ابوبکر بن ابوالفضل بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن قاسم بن محمد بن امیرالمومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۷ ماہ رجب ۱۲۸۵ھ روز جمعہ کو بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار حضرت محمد عبدالقادر صدیقی ناظم دارالقضاء کی نگرانی میں ہوئی اور پھر شہر حیدرآباد کی قدیم اور مشہور درس گاہ دارالعلوم میں شریک ہو کر حبیب ابوبکر بن شہاب سے عربی ادب اور علامہ سیدنا درالدین سے فلسفہ مولانا عبدالصمد قندھاری سے منطق اور مولانا عون الدین و مولوی محمد سعید سے تفسیر و حدیث

کی انتہائی تعلیم حاصل کی اور بعد ختم تعلیم اسی درسگاہ میں عربی ادب کے مدرس مقرر ہوگئے
ذاتی صلاحیت اور اعلیٰ قابلیت کی بنا پر ترقی کرتے کرتے عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر
حدیث اور صدر شعبۂ دینیات مقرر ہوئے۔

۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۲ء میں وظیفۂ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے تو جامعہ نظامیہ کے
"شیخ الجامعہ" کے عہدۂ جلیلہ پر منتخب ہوئے۔ عرصے تک اس خدمت کو بحسن وخوبی
انجام دینے کے بعد پیرانہ سالی کے سبب یہاں سے بھی سبکدوش ہو کر خانہ نشین ہوگئے
اور گھر بیٹھے سینکڑوں طالبانِ علم ومعرفت کو استفادہ علمی اور فیوض باطنی سے
بہرہ ور فرماتے رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد سلسلوں میں مختلف پیران طریقت سے بیعت
اور خلافت حاصل تھی جن میں خود حضرتؒ کے والد بزرگوار شاہ محمد عبد القادر صدیقیؒ اور
خسر محترم شاہ احسان الحقؒ، نقیب الاشرف پیر حسام الدین محمودؒ سجادہ نشین روضۂ
بغداد شریف اور حقیقی ماموں سید محمد صدیق عرف خواجہ میاںؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔
سات برس کی عمر میں والد بزرگوارؒ کے ساتھ حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے
مشرف ہو چکے تھے اس کے علاوہ کئی ممالک اسلام مثلاً شام اور مصر، عراق اور حجاز کا
بھی سفر کیا۔ سفرنامہ حضرتؒ کا خود نوشتہ موجود ہے جو کافی طویل ہے اور رسالہ "حیات
النور" بابت ۱۳۴۵ھ میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ کے مواعظ حقائق اور معارف میں ڈوبے ہوئے اور پُر اثر
ہوا کرتے تھے۔ مسائل دین سے متعلق وقتاً فوقتاً معرکۃ الآرا مضامین ملک اور بیرون
ملک کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوا کرتے تھے درس وتدریس کا مشغلہ
آخر عمر تک برابر جاری رہا۔ غرض کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جیّد محدث
اور زبردست صوفی تھے۔ ساری عمر علم کی خدمت میں گذار دی۔ حضرتؒ کے شاگردوں میں

شہر حیدرآباد کے علماؤں کی بڑی تعداد شامل ہے۔ اس کے علاوہ رشد و ہدایت کے ذریعہ سے ہزاروں بندگان خدا کی رہنمائی کی۔ چنانچہ آخر عمر میں حضرت ؒ کے مریدوں اور عقیدتمندوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر اور حدیث، منطق اور فلسفہ، ادب اور تصوف اور دوسرے مختلف موضوعوں پر تقریباً تین درجن کتابیں تصنیف اور تالیف کیں جو بروقت شائع ہو کر منظر عام پر آ چکیں۔ از انجملہ چند یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر صدیقی زیر طبع
۲۔ الدین
۳۔ حکمت اسلامیہ
۴۔ ترجمہ و شرح خصوص الحکم
۵۔ معیار الکلام
۶۔ اصول اسلام
۷۔ عدم نسخ قرآن
۸۔ المعارف حصہ اول تا سوم
۹۔ اعجاز القرآن
۱۰۔ وصیت و وراثت
۱۱۔ مشاجرات صحابہ و اختلافات آئمہ
۱۲۔ حقیقت بیعت
۱۳۔ التوحید فارسی
۱۴۔ قول فصل
۱۵۔ رسالہ سماع
۱۶۔ دین فطرت
۱۷۔ آیات بینات
۱۸۔ اوراق الذہب
۱۹۔ کلمہ طیبہ
۲۰۔ ابلیس ازم
۲۱۔ شجرۃ الکون
۲۲۔ نسیم عرفاں منظوم
۲۳۔ زمزمۂ محبت ״
۲۴۔ معیار الحق ״
۲۵۔ تحفۂ اطفال ״
۲۶۔ دور حاضر ״

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا قد میانہ اور رنگ گندمی، جسم گٹھیلا اور سر بڑا، چہرہ کتابی اور پیشانی بلند، ستواں ناک اور رخسار ابھرے ہوئے۔ گھنی داڑھی اور سینہ کشادہ متناسب

اعضا اور آنکھیں نشیلی تھیں۔ جسم پر عام طور پر ڈھیلا ڈھالا کرتا اور اس پر صدریہ ہوتا تھا۔ پاجامہ استعمال فرماتے تھے۔ سر پر سفید عربی وضع کی ٹوپی یا عمامہ باندھتے تھے۔ گلے میں رومال، پاؤں میں نعلین اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔

حضرت علیہ الرحمہ کا حافظہ خداداد اور نظر نقاد تھی۔ طبیعت میں غیر معمولی نزاکت تھی۔ اردو۔ فارسی اور عربی تینوں زبانوں کے استعمال پر کافی قدرت حاصل تھی۔ انگریزی، تلگو اور ہندی کی نوشت وخواند سے بھی واقف تھے۔ فنون سپاہ گری مثلاً لٹھ، تلوار اور بنوٹ میں کافی مشاق تھے۔ فن موسیقی سے خاص رغبت تھی۔ قوالی کے بڑے شایق تھے۔

۱۷ شوال المکرم ۱۳۴۱ھ م ۲۴ مارچ ۱۹۲۳ء روز شنبہ کو ۹۳ سال کی عمر میں اپنے سکونتی مکان "مدینہ منزل" واقع محلہ ملک پیٹ میں سہ پہر کے وقت جنت کو سدھارے۔ دوسرے دن ۱۸ شوال سنہ مطابق ۲۵ مارچ سنہ یکشنبہ کو ظہر کے وقت خلق کے کثیر اژدہام کے ساتھ نماز جنازہ مکہ مسجد میں ادا ہوئی اور "صدیق گلشن" متصل برانا پل حسب وصیت دفن کئے گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کی تھیں جن سے متعدد اولادیں ہوئیں باقیات صالحات میں فی الوقت (۹) صاحبزادے اور (۵) صاحبزادیاں موجود ہیں۔ سب میں بڑے صاحبزادہ مولانا محمد عبدالرحیم صدیقی جو اس وقت تقریباً (۳۰) سال کے ہیں والد بزرگوار کے مرید وخلیفہ اور سجادہ نشین ہیں (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دروازہ برانا پل سے جنوب کی طرف تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر بہادر پورہ جانے والی سڑک کے بائیں کنارے "صدیق گلشن" میں واقع ہے۔ اس زمین کو حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی میں ہی آخری آرام گاہ کے لئے حاصل کرکے قبر بھی تعمیر کروائی تھی۔ اس زمین کے عین وسطی حصے میں پختہ چبوترہ پر حضرت کا مزار ہے۔ چبوترہ کے مشرق میں تین اور جنوب میں آٹھ قبور حضرت کے مریدوں کے ہیں جو پہلے سے بہ اجازت مرحوم یہاں دفن ہو چکے تھے۔ چبوترہ پر بارھواں واحد مزار حضرت کا ہے۔

مزار

چبوترہ جس پر حضرت علیہ الرحمہ کا مزار ہے بیالیس ۴۲ فٹ مربع اور (۱۹) فٹ ۹ انچ اونچا ہے۔ اس کی تین سمتوں مشرق و مغرب اور جنوب میں سیڑھیاں ہیں چبوترہ پر ریت کا فرش ہے۔ چبوترہ کے عین وسط میں خوش نما سنگ سیلو کا مزار ہے اس کا درمیانی تعویذ سنگ مرمر کا ہے۔

مزار ۷ فٹ ۱۰ انچ لمبا ۵ فٹ ۵ انچ چوڑا اور ایک فٹ ۳ انچ اونچا ہے۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

عرس

ہر سال ۱۶ تا ۱۸ شوال کو حضرت علیہ الرحمہ کا عرس ہوتا ہے۔ پہلے روز صندل، دوسرے دن چراغاں اور تیسرے دن ختم کلام مجید ہوتا ہے۔ مولانا محمد عبدالرحیم صدیقی بحیثیت جانشین مراسم عرس ادا کرتے ہیں۔ مریدوں اور معتقدوں کی چہل پہل رہتی ہے

سردار علی شاہ مست قلندر رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۰۶ھ بلدۂ حیدرآباد   وفات ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء بلدۂ حیدرآباد

—— (۞) ——

سردار خاں پیدائشی نام اور سردار نور اللہ قادری طریقتی نام۔ سردار علی شاہ عرف اور مست تخلص تھا۔ محلہ دبیر پورہ بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے ابتدائی تعلیم والد بزرگوار حضرت تاج خاںؒ کی نگرانی اور سرپرستی میں حاصل کرنے کے بعد کتب دینیات اور قرآن شریف کی تعلیم بلدۂ حیدرآباد کے مشہور صوفی حضرت سید شاہ ناصر الدین علی قادری

---

۵ ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ روز دوشنبہ کو محبیّ مولوی سید عبدالرحیم صاحب تاجر کتب کیساتھ فقیر مؤلف نے اس مقام کی زیارت اور پیمائش کی حسنِ اتفاق سے مولوی محمد احمد اللہ صاحب اڈیٹر ماہنامہ "القدیر" و خلیفہ حضرت مرحوم بھی بر سرِ موقع موجود تھے۔

المعروف بہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مولانا حافظ شجاع الدین علیہ الرحمہ سے پائی تو گلستان و بوستان سعدیؒ اور مثنوی شریف کا درس اپنے حقیقی ماموں مولوی نجم الدین مشہور منجم و جفّار سے حاصل کیا۔ عین عالم شباب میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد ہی قبرستان کی ایک آواز اور استاد محترم حضرت سید صاحبؒ کے فیض صحبت سے طبیعت نے یکایک پلٹا کھایا تو دنیا سے جی اچاٹ ہو گیا اور فوج میں ملازمت اختیار کر لی تھوڑے ہی عرصے میں ذاتی جوہر اور خداداد صلاحیتوں سے ترقی کر کے فوج کے رسالدار میجر بن گئے۔

دنیا کی پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں مسلسل چار سال شام اور مصر عراق اور بغداد سویز اور فلسطین کے مورچوں پر ڈٹے رہے اور اچھی کارکردگی کے صلہ میں حکومت برطانیہ نے اعتراف خدمات میں سند و تمغہ کا پیش کش کیا تو بعد ختم جنگ عظیم رئیس دکن آصف جاہ سابع کی طرف سے نوے ۹۰ ایکر اراضی تعلقہ سرسلہ ضلع کریم نگر میں بطور انعام دی گئی (۳۰) سالہ ملازمت کے بعد وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش کئے گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد سلسلوں میں مختلف پیران طریقت سے بیعت و خلافت حاصل تھی چنانچہ سلسلۂ قلندریہ میں پیر نادر شاہ قلندر افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے تو سلسلۂ قادریہ عالیہ میں حضرت سید شاہ عبدالرزاق قادری سجادہ درگاہ حضرت معشوق ربانیؒ ورنگل اور حضرت سید شاہ عبدالنور اللہ قادری سجادہ درگاہ حضرت کریم اللہ شاہ قادریؒ کرنول سے بیعت و خلافت حاصل تھی اور سلسلہ چشتیہ بہشتیہ میں حضرت شاہ محمد حمید الدین حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ راجوؒ (مرشد سلطان ابوالحسن تاناشاہ تاجدار گولکنڈہ) سے شرف بیعت اور خرقہ خلافت حاصل کیا تھا۔

حضرت علیہ الرحمہ نہایت متقی اور پرہیزگار قناعت پسند اور متوکل خلیق

اور ملنسار، سادہ لباس اور سادہ خوراک، ذاکر و شاغل اور شب بیدار، ماہر علوم ہیئت و نجوم اور بہترین حساب دان، فارسی زبان کے اچھے شاعر اور اپنے وقت کے صاحب باطن زبردست صوفی تھے۔ سال کے اکثر حصے میں روزہ رکھنے اور خاموشی اختیار کرنے کے عادی تھے مثلاً عاشورہ محرم اور ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی نو دن، ایام بیض یعنی ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کا روزہ اور روزہ جمعرات و جمعہ کے سختی کے ساتھ پابند تھے۔ اس زمانہ میں بڑی سخت ریاضت کرتے اور قطعاً کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔ ایسے وقت میں صرف راقم الحروف کو حجرۂ خاص میں داخل ہونے کی اجازت رہتی تھی۔ اور کاغذ یا سلیٹ کی تختی پر تحریر کے ذریعہ شرف تکلم کا موقع عنایت ہوتا تھا۔ دوران جنگ عظیم میں حضرتؒ کیساتھ جن سپاہیوں نے محاذ جنگ پر کام کیا ان میں سے بعض وظیفہ یاب فوجی جو فی الوقت بقید حیات ہیں وہ حضرتؒ کے تعلق سے بیان کرتے ہیں کہ:—

"محاذ جنگ پر بھی حضرتؒ کا ذکر و شغل برابر جاری تھا وہ دن کو فوجی لباس پہن کر اپنی بٹالین کی سلامی لیتے اور محاذ پر سپاہیوں کے ساتھ ساتھ ڈٹے رہتے اور بندوق کی گولیوں سے ترکی بہ ترکی دشمن کا منہ توڑ جواب دیتے تھے اور رات کے وقت جب تمام فوجی سو جاتے تو وہ اپنے مقام سے اٹھ کر کسی درخت یا دامن پہاڑ میں جاکر ریاضت الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے" غرض کہ مقبول بارگاہ رب العزت اور عاشق رسولؐ ایک بندہ میں جو نشانیاں ہونی چاہیئے وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں بمصداق ذیل کی رباعی کے:—

رُباعی

عاشقاں را شش نشانی اے پسر ؎ رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر
گر ترا پرسند کہ دیگر کدام ؎ کم خور و کم گفتن و خفتن حرام

کا مکمل نمونہ تھے۔

حضرت علیہ الرحمہ کا فارسی کلام جو قطعات اور نظموں پر مشتمل ہے۔ پہاڑی حضرت میر محمودؒ واقع تالاب میر عالم روضہ حضرت غوث الثانیؒ لنگر حوض اور گنبد لنگر حوض پر سنگ سیلو میں بصورت کتبہ کندہ اور نصب ہے۔ جس کا ذکر اسی کتاب میں ملے گا۔

آخر عمر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دنیوی لباس کو بالکل ترک کر کے خرقۂ درویشی پہن لیا تھا جسم پر ململ کا کرتہ اور چادر یہ ہوتا تھا۔ تہمد باندھتے تھے۔ سر پر اوڑھنی اور پاؤں ننگے رہتے تھے۔ عرصہ تک بیرون شہر محلہ لنگر حوض میں سکونت رہی اور زندگی کے آخری دس سال پہاڑی حضرت میر محمود رحمۃ اللہ علیہ تالاب میر عالم پر بسر کئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت سڈول جسم اور متناسب اعضاء، رنگ میں صباحت و ملاحت کا یکساں امتزاج اور کھڑا چہرہ، ستواں ناک اور اونچی پیشانی کشادہ ابرو اور فراخ سینہ گھنی داڑھی اور سر میں زلفیں آواز بلند اور آنکھیں مستانہ تھیں وصال کے وقت (۷۰) سال کی عمر ہو چکی تھی لیکن آنکھ اور دانت صحیح و سالامت تھے۔ پان اور چھالیہ بے تکلف چباتے تھے۔ عینک کا استعمال کبھی نہیں فرمایا۔ اس عمر میں پانچ، چھ میل پیدل چلنا بار خاطر نہ تھا۔ مرید بہت کم کرتے اس تعلق سے حضرتؒ فرماتے تھے کہ۔ مرید کرنا آسان کام نہیں ہے۔ (۲) مرشد پر لازم ہو جاتا ہے کہ مقامات سلوک اور معرفت کی مرید کو سیر کرائے (۳) مرشد کا کام ہے کہ عالم رویا میں مرید کو پیران طریقت سے ملائے (۴) دنیا والے عام طور پر مشائخین کو قبلہ کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں لیکن قبلہ کہلانے کا وہی شخص مستحق ہے جو طالب کو گھر بیٹھے کعبۃ اللہ (قبلہ) کی زیارت کرائے (۵) مرشد اور مرید میں اتنا ہی تعلق ہوتا ہے۔ جس قدر کہ لوہا اور مقناطیس میں۔

حضرت علیہ الرحمہ کے شاگردوں اور معتقدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ حضرتؒ نے صرف ایک مرید خاص اور بائیس۲۲ سالہ دیرینہ خدمت گزار راقم الحروف فقیر

سیّد مراد علی طالع کو خلافت و جانشینی سے سرفراز فرما کر فی البدیہہ ایک دعائیہ فارسی نظم کہی تھی جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

آئینہ ساز کرد ہزاراں چوں آئینہ ﴿ حیران گشت آئینہ دیدی چوں آئینہ

دورِ فلک لاساختی ہم رنگ آئینہ ﴿ طالع لگن وجرم ستارہ چوں آئینہ

اُدعُونِی اَستَجِب لہ اگبیر دوسیلہ ست ﴿ طالع شود الٰہی درخشاں چوں آئینہ

اور جانشینی کے تعلق سے متعدد مرتبہ بادفات مختلف اپنے متعلقین کے علاوہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اور مولانا حسینی بادشاہ قادری سجّادہ، مولوی سید اکبر حسین سوداگر اور مولوی سیّد عبدالرحیم تاجر کتب، ڈاکٹر خواجہ معین الدین عرف نقیر بادشاہ اور مولوی مصلح الدین معتمدی تعلیمات اور معروف علی شاہ قلندر رسنگا ریڈی سے بایں الفاظ توثیق فرمائی تھی۔

"مولوی مراد علی صاحب بہت نیک اور امانتدار ہیں۔ اس زمانہ میں یہ "امین" کا لقب پانے کے مستحق ہیں۔ یہ مولوی صاحب سادات

بعہ ۱۹۴۸ء میں حضرت علیہ الرحمہ نے مبلغ سات سو روپیہ نقد اور کچھ زیورات و پارچہ راقم الحروف کے پاس بطور امانت رکھوائے تھے۔ راقم الحروف نے زیورات اور پارچہ تو اپنے گھر میں رکھا اور نقد روپیہ "حیدرآباد بنک" میں محفوظ کروا دیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں آزادی ہند کے بعد میں ایک نیا انقلاب آگیا جس سے ریاست حیدرآباد بھی محفوظ نہیں رہ سکی۔ اس افراتفری کے دور میں "حیدرآباد بنک" اچانک دیوالیہ ہوگیا اور تمام کھاتہ داروں کی رقمیں ڈوب گئیں۔ ان واقعات سے حضرت بھی اچھی طرح واقف تھے لیکن حضرت کی صاحبزادی نور النسا کی شادی کے موقع پر قیمتی پارچہ اور زیورات جو گھر میں محفوظ تھے وہ اور نقد روپیہ مبلغ سات سو راقم الحروف نے حضرت کے حوالہ کر دیا۔ چنانچہ اسی موقع پر آبدیدہ ہوکر یہ ارشاد فرمائے کہ :- بھائی! آپ اس زمانہ کے "امین" ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر کس کی آل میں ہیں۔

اہل بیت سے ہیں اور اچھے عالم و مورخ ہیں یہ میرے عزیز ترین
شاگرد ہیں اور خلیفہ جانشین بھی۔ میں جس مقام پر تھا وہاں لیجاکر
انھیں کھڑا کر دیا ہوں۔ آپ حضرات کو چاہیئے کہ ان سے رجوع کریں۔"

شب و روز کے وقف الی اللہ ہو جانے کی وجہ سے حضرتؒ کی صحت کافی متاثر ہو چکی تھی۔ مزید براں مرض پیچش کے طویل سلسلہ کی وجہ سے زیادہ کمزور پڑ گئے تھے۔ روزانہ کی مصروفیات کے علاوہ ہر اتوار کو شاگردوں اور معتقدوں کا کافی مجمع ہوتا تھا جس کا سلسلہ دن کے نو دس بجے سے شام تک رہتا تھا۔ اس نزاکت صحت کے باوجود ملاقاتیوں کا دل توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ ہر ایک سے اطمینان بخش گفتگو فرماتے اور ان کی تسلی و تشفی کرتے تھے۔ طبیعت میں عام رسمی تصنع قطعاً نہ تھا اور نہ مرتاض صوفیوں کی سی خشک مزاجی بلکہ تخلقوا باخلاق اللہ کا واحد اور بے مثال نمونہ تھے۔

الحاصل ۲۲ ماہ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ اگسٹ ۱۹۶۲ء کو جمعہ کے دن ۴ بجے مرض پیچش سے (۶۷) سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے اور مرتبہ شہادت پائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "المبطون شہید" یعنی اجابتوں کی بیماری سے وفات پانے والا شہید ہے۔ حضرت کے شاگرد مولوی سید اکبر حسین سوداگر نے باجازت راقم الحروف تجہیز و تکفین کی اور پہاڑی میر محمودؒ سے متصل تالاب میر عالم کے کنارے لب سڑک صحن مسجد میں دفن ہوئے باقیات صالحات میں حضرت کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔ صمصام علی خاں آفتاب علی خاں اعتماد علی خاں اور نور النساء۔ (جدید)

محل وقوع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تالاب میر عالم کے مغربی کنارے مزرعہ حمایت ساگر جانے والی سڑک کے بائیں جانب صحن مسجد میں زیر سماء واقع ہے۔ مزار ۲۵ فٹ مربع چبوترہ پر ہے۔ چبوترہ مضبوط اور سنگ بستہ ہے۔ درمیانی فرش مٹی کا ہے۔ وسیع احاطہ محصور کرنے کیلئے حصول اراضی کی کارروائی دفتر مسلم اوقاف بورڈ میں جاری ہے۔

مزار چبوترہ کے درمیان واحد مزار حضرت علیہ الرحمہ کا ہے۔ مزار گچی کا پختہ اور خوب صورت ہے، وہ ۶ فٹ لمبا ۴ فٹ چوڑا اور ۲ فٹ ۶ انچ اونچا ہے

کتبہ خط نسخ و نستعلیق کا یہ کتبہ جو بلدۂ حیدرآباد کے مشہور علمی ادبی ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے لگایا گیا ہے، سنگ سیلو میں کندہ اور مزار کے سرہانے چبوترہ پر نصب ہے۔ اس کے ناصیہ پر کے دو اشعار حضرت کی طویل نظم سے لئے گئے ہیں جو گنبد حضرت میر محمود ؒ پر بصورت کتبہ کندہ ہے اور اس کی تاریخیں راقم الحروف کی متخرجہ ہیں جن سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سنہ وفات نکلتا ہے۔

۷۸۶
۹۹۲

ز دیا شد یا گرد دیا نحو و حبن و بری
تو بجا آری ادب را تا بمنزہ یا ردی

آنکہ دلم از نسبت پیران یاد داری این سخن
ہست این ہمان مرا سبب جون درآئی یا ردی

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

۱۹ ۶ ۶۲

روضۂ رہنمائے دین

۱۳ ھ ۸۲

حضرت سردار علی شاہ چشتی القادری مست قلندر رحمۃ اللہ علیہ

رحلت	ولادت
۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ روز جمعہ	۱۳۰۲ھ

منجانب: ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد

عرس ہر سال ۲۲ ماہ ربیع الاول کو حضرت علیہ الرحمہ کا عرس ہوتا ہے۔ صندل اور چراغاں دونوں مراسم ایک ہی دن ادا ہوتے ہیں۔ بعد سلام اور فاتحہ خوانی حاضرین کی کھانے سے تواضع کی جاتی ہے۔

بادشاہ میاں لئیق رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۳۱۷ھ بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء بلدہ حیدرآباد

(ذکر)

سید محمد بادشاہ حسینی نام، بادشاہ میاں عرف اور لئیق تخلص تھا۔ سادات حسینی سے تھے سلسلۂ نسب نویں امام حضرت سیدنا امام محمد تقی متقی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہوا (۳۱) واسطوں سے سید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ نسب کا شجرہ اس طرح پر ہے۔

سید محمد بادشاہ حسینی[1] ابن سید محمد عمر خلیق[2] ابن میر پرورش علی[3] المعروف بہ سید محمد بادشاہ حسینی ابن میر حیدر علی[4] بن سید اولیا[5] بن سید معین الدین[6] بن سید محی الدین بن سید اولیا بن سید حسین[9] بن سید راج محمد[10] بن سید محمد[11] بن سید عبد الجبار[12] بن سید عبد الغفار[13] بن سید ابو طالب[14] بن سید نور[15] بن سید ابراہیم[16] عبد الغفار بن سید ابو طالب[17] بن سید نور[18] بن سید حسن[19] بن سید یحییٰ بن سید محمد[21] بن سید احمد[22] بن سید صالح[23] بن سید سعد[24] بن سید موسیٰ[25] المبرقع بن سیدنا امام نہم حضرت امام محمد تقی[26] رضی اللہ عنہ بن حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا بن حضرت سیدنا امام محمد موسیٰ[28] الکاظم بن حضرت سیدنا امام جعفر صادق[29] بن حضرت سیدنا امام محمد باقر[30] بن حضرت سیدنا امام زین العابدین[31] بن حضرت سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۱۷ ماہ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ کو محلہ تامی پورہ بلدہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم گھر پر والد بزرگوار حضرت سید محمد عمر خلیق رحمۃ اللہ علیہ سے پائی۔ تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں والد بزرگوار سے سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں شرف بیعت اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ابھی اعلیٰ تعلیم کے منازل باقی تھے کہ اسی سال والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس لئے حضرت نے علوم اسلامیہ اور عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے "جامعہ نظامیہ" میں شریک ہوکر فاضل و متبحر علمائے وقت کے سامنے زانوے ادب تہہ کیا اور علم دین کی تحصیل کی۔ حضرتؒ کے اساتذہ کرام میں علامہ انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگؒ علیہ الرحمہ اور مولانا سید عبدالکریم شیخ جامعہ نظامیہ مولانا محمد یعقوب شیخ الحدیث اور مولانا مفتی محمود شیخ الجامعہ مولانا سید شاہ محمد شطاری شیخ الادب اور مولانا سید شاہ ابراہیم ادیب پروفیسر عربی جامعہ عثمانیہ علامہ سید غوث الدین اور مولانا مفتی رحیم الدین شیخ جامعہ نظامیہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ جامعہ نظامیہ سے مولوی فاضل کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد اپنے پھوپی زاد بھائی حضرت علامہ محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ سے علوم ظاہری و باطنی میں تقریباً (۲۰) سال استفادہ کیا۔ چنانچہ ماہ رمضان ۱۳۵۲ھ کو جمعتہ الوداع کے دن مکہ مسجد میں علامہ موصوف نے حضرتؒ کو دستار فضیلت بھی باندھ دی۔

الحاصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اشاعت علم دین اور رشد و ہدایت پند و وعظ اور خدمت خلق میں گذری اور تقریباً چالیس سال تک معتمد مجلس علمائے دکن کی حیثیت سے نیز شرعی امور کی نگرانی اور انکی عمل آوری کے اہم فرائض انجام دیئے اس کے علاوہ کچھ عرصے کے لیے "صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ" کے عہدۂ جلیلہ پر بھی مامور رہے۔ اگرچہ حضرت کو اور دوسرے طریقوں اور سلسلوں میں بھی بیعت و خلافت حاصل تھی لیکن میلان طبع سلسلۂ عالیہ قادریہ کی طرف زیادہ تھا اور اپنے مریدوں سے اکثر سلسلۂ قادریہ میں ہی بیعت لیتے تھے

غرض حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست عالم باعمل اور اکابر شیوخ سے تھے۔ بہت ہی مرتاض اور پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے۔ ملک اور بیرون ملک میں سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مرید اور معتقد تھے اخلاص اور اخلاق، صبر اور تحمل محبت اور مروت، وضعداری اور شائستگی، عاجزی اور انکساری حضرت کی خصوصیات تھیں۔ اچھے انشاپرداز اور شاعر بھی تھے۔ لئیق تخلص فرماتے تھے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

کیا جانے محبت کی باتیں دنیا سے جنوں سے بیگانہ ☆ ہشیار حقیقت میں ہے وہی جو ہوگیا اسکا دیوانہ

وہ مقصدِ دل وہ مطلبِ جاں وہ روح رواں وہ جانِ جہاں ☆ اس شمع رسالت کے قرباں جسکی ہے خدائی پروانہ

کیا چیز لئیق اپنی ہے بھلا سب اسکا کرم ہے اسکی دیا ☆ دل اسکی عطا جاں اسکی عطا کیا دیجئے اسکو نذرانہ

در حبِ شاہ جیلاں، بینم عجب بہارے ☆ ہر چشم اشکبارے ہر سینہ داغدارے

شاید کہ ربط الفت گویند ایں خلش را ☆ نامش دہم چہ یارب در دل خلد چو خارے

با فیض نسبت تر شاہا لئیق ندارت ☆ با تخم غم بکارد از دیدہ رود بارے

اکیس سال کی عمر میں ۱۹ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو جمعہ کے دن حضرت انتخار علی شاہ چشتی وطنی علیہ الرحمہ کی پوتری یعنی حضرت سید شاہ معین اللہ حسینی چشتی کی چھوٹی صاحبزادی سے حضرتؒ کا عقد ہوا تھا جن کے بطن سے تین صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے یادگار ہیں۔ الحاج حبیب محمد عمر حسینی عرف صاحب بادشاہ حبیب احمد حسینی عرف خلیق بادشاہ اور سید قاسم حسینی عرف عابد بادشاہ۔

۶۷ سال کی عمر میں ۱۶ ماہ ربیع الآخر ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۶۲ء کو منگل کے دن شام کے ۵½ بجے بعارضہ قلب دنیا سے رخصت ہوئے اور دوسرے دن ۱۷ ربیع الثانی چہارشنبہ کو بعد نماز ظہر خلق کے کثیر اژدہام کے ساتھ مکہ مسجد میں نماز جنازہ ادا ہوئی اور "قادری چمن" متصل فلک نما میں دفن ہوئے۔ بعد وفات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا الحاج حبیب محمد عمر حسینی والد بزرگوار کے قائم مقام اور مسند آرائے رشد و ہدایت ہوئے۔

(جدید)

محل وقوع حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار فلک نما کے قریب قادری چمن[1] کے وسیع احاطہ میں والد بزرگوار حضرت سیّد عمر خلیق علیہ الرحمہ کے مزار کی کھلی چوکھنڈی کے باہر لیکن والد بزرگوار کے مزار سے بالکل متصل و ملحق غربی جانب زیر سما واقع ہے۔

مزار حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پختہ سنگ بستہ والد بزرگوار علیہ الرحمہ کے دائیں پہلو میں واقع ہے۔ مزار کے اطراف کا حاشیہ صاف و شفاف سنگ سیلو کا ہے اور درمیانی حصہ مٹی کا ہے جس پر سبزہ اُگا رہتا ہے۔ مزار ۷ فٹ ۷ انچ لمبا ۵ فٹ ۳ انچ چوڑا اور ۱۰ انچ بلند ہے۔

عرس حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ ۱۶ اور ۱۷ ربیع الثانی کو پابندی سے ہوا کرتا ہے مجلس سماع ہوتی ہے۔ مرید اور معتقد اصحاب شریک ہوتے ہیں۔ مراسم عرس مولانا الحاج حبیب محمد عمر حسینی انجام دیتے ہیں۔ یہاں کسی مقام پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

عبداللہ شاہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ

پیدائش ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء بلدہ حیدرآباد — وفات ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۶ء بلدہ حیدرآباد

(ذ)

سیّد عبداللہ نام، ابوالحسنات کنیت اور عبداللہ شاہ عرف تھا۔ نجیب الطرفین سادات حسینی تھے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے:-

ابوالحسنات سید عبداللہ[1] شاہ ابن سید مظفر حسین[2] ابن سید یعقوب[3] ابن سید رسول[4] ابن سید مظفر[5] ابن سید عبدالملک[6] ابن سید علی[7] ابن سید عبدالقادر[8] ابن سید علی[9] ابن سید عبدالقادر ابن سید علی ابن سید عبدالملک[10] ابن سید اسمٰعیل[11] ابن سید حافظ[12]۔

---

[1] قادری چمن کا وسیع احاطہ اور اس کے متعلقہ عمارات کی تفصیلات حالات حضرت سیّد عمر خلیق کے تحت دی گئی ہیں۔ ع۔ط

ابن سید عبداللہ[۱۳] ابن سید صالح[۱۴] ابن سید قطب الدین[۱۵] ابن سید صفی الدین[۱۶] ابن سید علی[۱۷]
ابن سید ابراہیم[۱۸] ابن سید حمید[۱۹] ابن سید اسمٰعیل[۲۰] ابن سید عبدالقادر[۲۱] ابن سید نجم الدین
ابن سید رکن الدین[۲۳] ابن سید مزمل[۲۴] ابن سید جنید[۲۵] ابن سید ہاشم[۲۶] ابن سید حبیب اللہ[۲۷]
ابن سید محمد[۲۸] ابن سید موسیٰ[۲۹] ابن سید فیروز[۳۰] ابن سید محی الدین[۳۱] ابن سید علی[۳۲] ابن
سید محمد[۳۳] ابن سید طاہر[۳۴] ابن سید ابوالقاسم[۳۵] ابن سید قانع[۳۶] ابن سید حبیب[۳۷] ابن
سید داؤد[۳۸] ابن سید ابوالفضل[۳۹] ابن خواجہ احمد[۴۰] ابن امام المسلمین امام محمد موسیٰ الکاظم[۴۱]
ابن سیدنا امام جعفر صادق[۴۲] ابن سیدنا امام محمد باقر[۴۳] رضی اللہ عنہ ابن حضرت سیدنا
امام زین العابدین[۴۴] ابن امیرالمومنین سید الشہدا حضرت سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ
والسلام ابن امیرالمومنین امام الاجمعین مولائے کائنات حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار مولانا سید مظفر حسین زمانۂ طالب علمی میں
بغرض حصول علم قصبۂ نلدرگ ضلع عثمان آباد سے بلدۂ حیدرآباد تشریف لائے اور ہمیشہ کیلئے
یہیں رہ گئے وہ علوم متداولہ کے علاوہ دینی علوم فقہ و حدیث وغیرہ میں کافی دستگاہ رکھتے
تھے اس لیئے شہر حیدرآباد کے مشاہیر علماء میں گنے جانے لگے۔ حضرت عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۰ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ م ۱۸۷۵ء کو جمعہ کے دن بلدۂ حیدرآباد میں پیدا ہوئے اور یہیں پروان چڑھے۔
ابتدائی اردو فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تو صرف و نحو کی اعلیٰ تعلیم
دیوبند کے ایک فارغ التحصیل بزرگ سے پائی۔ علوم معقول و منطق مولانا منصور علی خاں سے
اور شرح جامی و تفسیر میں مولانا انواراللہ خاں فضیلت جنگ سے استفادہ کیا۔ فقہ
اور اصول فقہ میں مولانا حبیب الرحمٰن سہارنپوری کے شاگرد تھے اور علم حدیث و
ادب میں حکیم عبدالرحمٰن سہارنپوری سے تلمذ حاصل تھا۔ غرض ان بزرگوں سے حضرت علیہ الرحمہ
نے جملہ علوم دینی و ضروری کی تکمیل کرلی اور خداداد فطری صلاحیت اور مطالعہ کی وسعت سے
تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بلدہ حیدرآباد کے مشاہیر علماء میں ہونے لگا۔

ختم تعلیم ظاہری کے بعد داعیۂ حق کا غلبہ ہوا تو مرشد کامل کی تلاش شروع ہوئی عرصے تک اسی جستجو میں رہے اور آخر کار قطب وقت حضرت مسکین شاہ مجددی نقشبندیؒ کے مرید ہوگئے اور ان کے وصال کے بعد حضرت سید محمد بادشاہ بخاری نقشبندیؒ خلیفۂ عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر انتہائی بصیرت کے ساتھ منازل سلوک طے فرمایا۔ چنانچہ مرشد کامل نے حضرت کی نمایاں صلاحیت اور اتباع سنت وریاضت شاقہ کو دیکھ کر خرقۂ خلافت قادریہ ونقشبندیہ سے سرفراز کر دیا گو حضرت کا میلان طبع سلسلۂ نقشبندیہ کی طرف زیادہ تھا لیکن اپنے مریدوں سے بیک وقت دونوں سلسلوں قادریہ اور نقشبندیہ میں بیعت لیتے تھے۔ حج وزیارت حرمین شریفین سے فارغ ہو چکے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے زبردست پیر طریقت اور علم دین کے ممتاز عالم باعمل تھے، حضرت کی ساری زندگی کتاب وسنت کی پیروی کی آئینہ دار تھی۔ حق گوئی اور حق جوئی، خدا ترسی اور خدا شناسی، زہد وتقویٰ اور ریاضت وعبادت، صبر وشکر اور تسلیم ورضا، قناعت وہمدردی اور غم خواری، ملنساری، عاجزی وخاکساری اور گوشہ نشینی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات تھیں۔ درس وتدریس اور مطالعہ کتب حضرت کی زندگی کا بہترین مشغلہ تھا۔ نماز پنجگانہ مستحب اوقات میں مسجد حسینی علم میں بالالتزام جماعت سے ادا فرماتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ حضرتؒ کی وجہ سے ہی یہ مسجد گذشتہ ۲۵ سال سے باجماعت نماز پنجگانہ اور درس وتدریس، رشد وہدایت اور تصنیف وتالیف کا مرکز بنی ہوئی تھی، حضرت علیہ الرحمہ کے مرید اور عقیدت مند اقطاع ہند وپاکستان اور دیگر ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے ـــ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دین اور مذہب کے سچے پرستار اور پاسدار تھے۔ مسلمانوں کی صلاح وفلاح کیلئے پند ونصائح اور مواعظ حسنہ کے علاوہ متعدد کتب بھی تصنیف و تالیف کئے۔ چنانچہ حضرت کی تصانیف جو زندگی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی تھیں ان میں قابل ذکر

علاج السالکین[1] اور گلزار اولیا[2]، کتاب المحبت[3] اور قیامت نامہ[4] معراج نامہ[5] اور سلوک مجددیہ[6] نورانی[7] دلائل الخیرات[8] اور میلاد نامہ[9]، مواعظ حسنہ[9] اور یوسف نامہ[10] ہیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآرا آخری تالیف "زجاجۃ المصابیح" ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فقہی مسائل کو بڑی تحقیق اور خوبی کے ساتھ اکٹھا کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس تالیف [illegible] کو علمائے اسلام نے حضرت کی زندگی کا شاہکار قرار دیا اور رہتی دنیا تک حضرت کے نام اور کام کو زندہ رکھنے کیلئے کافی ہے۔

۱۰ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۷ اگسٹ ۱۹۶۴ء پنجشنبہ کو صبح ۸½ بجے بیانوے ۹۲ سال کی عمر میں رہائشی مکان واقع حسینی علم میں حضرت علیہ الرحمہ نے سفر آخرت فرمایا اور دوسرے دن ۱۱ ربیع الثانی روز جمعہ کو صبح ۹½ بجے عیدگاہ جدید واقع تالاب میر عالم میں خلق کے کثیر ازدہام کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوئی اور نقشبندی چمن مصری گنج واقع بیرون فتح دروازہ میں دفن ہوئے۔ باقیات صالحات میں چار صاحبزادے سید خلیل اللہ، سید احمد اللہ، سید حبیب اللہ اور سید رحمت اللہ اور تین صاحبزادیاں یادگار ہیں ——— حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال قبل فرزند اکبر الحاج مولانا سید خلیل اللہ شاہ کو خلافت سے سرفراز فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت کی وفات کے بعد وہی اپنے والد بزرگوار کے قائم مقام اور مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے۔ ان کے علاوہ فیض رسانی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے حضرت علیہ الرحمہ نے حسب ذیل گیارہ[11] مریدوں کو بھی خلافت عطا کی تھی ——— (۱) مولانا سید عبدالرؤف مسافر نقشبندی پیش امام جامع مسجد نلدرگ ضلع عثمان آباد خواہر زادہ و داماد حضرت علیہ الرحمہ (۲) مولانا سید رحمت اللہ بی اے فرزند خورد (۳) مولانا حافظ صدیق حسین امام مسجد توپخانہ گوشہ محل بلدہ حیدرآباد (۴) الحاج محمد عبدالستار خاں ایم اے لکچرر عربی جامعہ عثمانیہ (۵) الحاج غلام جیلانی سررشتہ دار عدالت عثمان آباد (۶) عبدالرزاق امام مسجد شہامت جنگ ترپ بازار بلدہ حیدرآباد (۷) الحاج صاحبزادہ میر لطف علی (۸) الحاج محمد عبدالحمید عرف عثمان میاں (۹) قاضی محمد عبدالوہاب صدیقی نلدرگ (۱۰) مولوی جعفر علی بیدری (۱۱) الحاج محمد حسین عثمان آبادی پیشکار تحصیل (جدید)

محلِ وقوع

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بیرون فتح دروازہ درگاہ حضرت شاہ راجو علیہ الرحمۃ سے ٹھیک شمال مغربی سمت محلہ مصری گنج میں ایک بلند ٹیلہ پر وسیع احاطہ میں واقع ہے۔
یہ وسیع اراضی بڑے حضرت نے اپنی زندگی میں چند سال قبل حاصل کرکے قبر بھی تیار کروائی تھی۔ یہ اراضی موسوم بہ "نقشبندی چمن" فی الوقت بالکل غیر محصور ہے تعمیری سلسلہ جاری ہے چنانچہ دیوار حصار اور مکانات، اقامت خانہ اور خانقاہ حوض اور باب الداخلہ وغیرہ زیر تعمیر ہے۔ نل اور برقی روشنی حاصل کرلی گئی ہے۔ اس وسیع اراضی کے عین وسط میں پختہ اور فرش سیلو سے آراستہ چبوترہ پر جو شرقاً غرباً ۱۸ فٹ ۹" انچ اور شمالاً جنوباً ۱۸ فٹ ۷" انچ ہے حضرت کا مزار واقع ہے۔

مزار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ۹ فٹ ۳" انچ لمبا ۵ فٹ ۶" انچ چوڑا اور ایک فٹ ۱" انچ اونچا ہے۔ مزار کا حاشیہ صاف و شفاف سنگ سیلو کا ہے۔ درمیانی حصہ میں ریت اور بیچ اس کے بیچ میں خوب صورت تعویذ چونہ اور سمنٹ کا بنایا گیا ہے۔ مزار کے اطراف لکڑی کا خوبصورت چوکھٹا نصب ہے جو ۹ فٹ ۹" انچ لمبا ۵ فٹ ۱" انچ چوڑا اور ۲ فٹ ایک انچ اونچا ہے۔ مزار کے اطراف فی الوقت ۸ ستون قائم کرکے اس پر سمنٹ کی چادر دل اسبستاس کی چھت ڈالی گئی ہے۔ تاکہ دھوپ اور بارش کی روک تھام ہوسکے۔

کتبہ

صدر دروازہ داخلہ پر سنگ موسیٰ کا حسب ذیل تاریخی کتبہ بخط نسخ و نستعلیق کندہ اور نصب ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ تاریخ

ابوالحسنات پیر عبداللہ منتخب کرد گوشۂ گلشن

سال تاریخ زد رقم ابجد **نقشبندی چمن** راحت روح نقشبندی چمن

۸۲ ۵ ۱۳

۶۲ ۶ ۱۹

عرس

ہر سال ۱۸ تا ۲۰ ماہ ربیع الثانی کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ بلدہ اور اضلاع سے مرید او معتقد حضرات بکثرت شریک ہوتے ہیں۔ مختصر سا میلہ لگتا ہے۔

مطبوعہ: کاروان فائن آرٹ [illegible]